بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی و تحقیقی سلسلہ

معتکف کو

کچھ وقت کے لیے باہر نکلنے کا حکم

واجب اور مسنون یا نفلی اعتکاف کے دوران
کچھ وقت، یا آدھے دن، یا آدھی رات سے کم وقت کے لیے
مسجد سے ضرورتاً، بلاضرورت، بھول کر، غلطی یا جبر و اکراہ سے
باہر نکلنے کی صورت میں اعتکاف کے فاسد ہونے، نہ ہونے کا حکم
اس سلسلہ میں فقہائے کرام کے اقوال، بالخصوص امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول
اور ضرورت و مجبوری کی صورت میں اس قول پر عمل کرنے کا حکم

مؤلف
مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

Idara Ghufran

(جملہ حقوق بحق کتب خانہ ادارہ غفران محفوظ ہیں)

نام کتاب: معتکف کو کچھ وقت کے لیے باہر نکلنے کا حکم

مصنف: مفتی محمد رضوان خان

صفحات: 45

Idara Ghufran

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر
تمہید (من جانبِ مؤلف)	5
معتکف کو کچھ وقت کے لیے باہر نکلنے کا حکم	7
سوال:	//
جواب:	9
امام محمد کا حوالہ	11
’’فتاویٰ قاضی خان‘‘ کا حوالہ	13
ابوبکر جصاص کا حوالہ	14
علامہ سرخسی کا حوالہ	15
’’بدائعُ الصنائع‘‘ کا حوالہ	17
’’مجمعُ الانہر‘‘ کا حوالہ	18
’’تبیینُ الحقائق‘‘ کا حوالہ	19
’’العنایۃ شرح الھدایۃ‘‘ کا حوالہ	20
’’البنایۃ شرح الھدایۃ‘‘ کا حوالہ	21

Idara Ghufran

	’’فتحُ القدیر‘‘ کا حوالہ	22
	علامہ شلبی کا حوالہ	23
	’’البحرُ الرائق‘‘ کا حوالہ	25
	’’حاشیۃُ الطحطاوی علی المراقی‘‘ کا حوالہ	26
	’’الدرُّالمختار‘‘ اور’’ردُّالمحتار‘‘ کا حوالہ	//
	اب تک کی بحث کا خلاصہ	28
	’’قیاس و استحسان‘‘ کی بحث	29
	صاحبین کا اجتہادی مقام ومرتبہ	38
	صاحبین کے قول کا نتیجہ	39
	ملحوظہ نمبر1	42
	ملحوظہ نمبر2	43
	خلاصۂ کلام	45

Idara Ghufran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(من جانبِ مؤلف)

آج کل بالخصوص حرمین شریفین اور بالعموم دوسری مساجد میں اعتکاف کے دوران بعض ایسی صورتیں پیش آنے لگی ہیں کہ جن کا پہلے زمانہ میں وقوع کم تھا، یا اس زمانہ کے طبائع وتمدنی زندگی کے پیشِ نظر انسانی طبائع میں ان پر عمل کرنا ممکن وسہل تھا، لیکن موجودہ زمانہ میں ان پر عمل کرنا مشکل ہوگیا ہے۔

چنانچہ موجودہ زمانہ میں حرمین شریفین اور بعض ایسی مساجد میں جہاں معتکفین اور نمازیوں کی کثرت ہوتی ہے، ان میں معتکف کو کھانے پینے اور ضرورت کی اشیاء اندر لے جانے کی اجازت نہیں دی جاتی، جیسا کہ اسلام آباد میں فیصل مسجد، اور بعض مساجد کے اندر معتکفین کو لیٹنے اور سونے کی اجازت نہیں ہوتی، کیونکہ اس کی وجہ سے وہاں نمازیوں کو نماز پڑھنا دشوار ہوجاتا ہے، اور دہشت گردی وغیرہ کا بھی خطرہ ہوتا ہے۔

اسی طرح آج کل شہروں میں تنگ آبادیوں والے علاقوں میں بے شمار مساجد کی اوپر کی منزل میں آنے جانے کا راستہ مسجد کی حدود سے باہر ہوتا ہے، اور مسجد کی نچلی منزل میں نمازیوں کے ہجوم اور کثرت کے باعث معتکفین کو اعتکاف کرنے اور وہاں اپنے خیمے لگانے، نیز بستر اور ضروری سامان واشیاء رکھنے اور اٹھانے میں بہت زیادہ دشواری پیش آتی ہے، اس لیے ایسی ان کو مساجد کی بالائی منزل میں اعتکاف کا پابند کیا جاتا ہے، ایسی صورت میں ان کو نماز وغیرہ کے لیے مسجد کی نچلی منزل میں آنا جانا پڑتا ہے۔

نیز شہر کی مساجد کو دن کے مخصوص اوقات میں اور رات کے وقت حفاظت کی غرض سے کنڈی یا تالا بھی لگانا پڑتا ہے، اور اعتکاف کی حالت میں معتکفین اور ان کے متعلقین کی مساجد میں آمد ورفت کی وجہ سے مسجد کے بیرونی دروازہ کو کھولنے اور بند کرنے کے لیے بھی معتکف

Idara Ghufran

کو مسجد کی حدود سے باہر آنے جانے کی ضرورت پڑتی ہے۔

اور عوام کی طرف سے وقتاً فوقتاً اس طرح کے سوالات موصول ہوتے رہتے ہیں۔

اس طرح کی اور بھی کئی صورتیں پیش آتی ہیں، اسی قسم کی بعض صورتوں کے متعلق ایک سوال سامنے آیا، جس کے جواب میں آنے والا مضمون تحریر کیا گیا۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ مذکورہ اور ان جیسی ضرورت اور مجبوری والی صورتوں میں اب تک اکثر وبیشتر عموماً امام ابوحنیفہ و دیگر ایسے فقہائے کرام کے اقوال پر فتویٰ دیا جاتا رہا ہے کہ جن کے نزدیک مذکورہ صورتوں میں مسجد سے نکلنے کی وجہ سے مسنون یا واجب اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے۔

جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول کے پیشِ نظر اس سلسلہ میں کچھ توسع پایا جاتا ہے، اور مخصوص صورتوں اور مجبوری کی شکلوں میں اب اس قول پر عمل کی گنجائش کی طرف ہمارا رجحان ومیلان ہو رہا ہے۔

اسی گنجائش اور رجحان کو آنے والے مضمون میں ظاہر کیا گیا ہے، اور اس میں ہم نے جو رائے ذکر کی ہے، وہ ’’فیما بیننا وبین اللہ‘‘ ہے، خواہ کسی دوسرے کو اس سے اختلاف کیوں نہ ہو، وہ اس کا اور اللہ کا معاملہ ہے۔

اللہ تعالیٰ حق کو سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

فقط

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

محمد رضوان خان

26 / رمضان المبارک / 1439ھ 11 / جون / 2018ء بروز پیر

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

Idara Ghufran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معتکف کو کچھ وقت کے لیے باہر نکلنے کا حکم

سوال:

آج کل دنیا کے مختلف ملکوں کے بے شمار افراد حرمین شریفین میں اعتکاف کرتے ہیں، لیکن وہاں بعض اوقات انتظامیہ کی طرف سے معتکفین کو مسجد کے مخصوص حصہ میں سونے اور لیٹنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔

نیز اندر کھانے پینے اور لباس وغیرہ کے لانے کی بھی اجازت نہیں دی جاتی، ایسی صورت میں لازماً کچھ وقت آرام کرنے اور کھانے پینے کی ضرورت پوری کرنے اور لباس وغیرہ تبدیل کرنے کے لیے مسجد سے باہر جانے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

''فیصل مسجد، اسلام آباد'' میں بھی معتکفین اور نمازیوں کی کثرت اور حفاظتی انتظامات وغیرہ کے پیشِ نظر معتکفین کو مسجد کے اندر کھانے کی اجازت نہیں دی جاتی، اور معتکفین کے لیے سحری اور افطاری میں کھانے پینے کا انتظام مسجد کی حدود سے باہر نیچے وضو خانہ کے ساتھ والی جگہ میں کیا جاتا ہے۔

اسی طرح سخت گرمی کے موسم میں بعض معتکفین کو غسل کیے بغیر سخت دشواری پیش آتی ہے، اور انہیں کثرت سے پسینہ آنے کی وجہ سے میل کچیل دور کرنے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کی غرض سے غسل کرنے کے لیے مسجد سے باہر جانا پڑ جاتا ہے، اور مسجد کے اندر غسل کرنے کا انتظام نہیں ہوتا۔

اور بعض اوقات معتکف کو مسجد کی حفاظت کی غرض سے مسجد کے بیرونی دروازہ کو بند کرنے یا کھولنے کے لیے جانا پڑتا ہے۔

اسی طرح بعض لوگوں کو اعتکاف کرنے کی خواہش ہوتی ہے، لیکن ان کو دن یا رات کے وقت

کوئی معاشی یا دوسری سخت حاجت ایسی پیش آتی ہے، جس کی خاطر انہیں کچھ وقت کے لیے مسجد سے باہر نکلنا ضروری ہوتا ہے، اور اگر ان کو اس کی اجازت نہ ملے، تو وہ اعتکاف سے محروم رہتے ہیں۔

اسی طرح بعض عورتیں اعتکاف کرنا چاہتی ہیں، لیکن دروازہ پر کوئی آ جائے، اور کوئی دوسرا موجود نہ ہو، تو دروازہ کھولنے یا ضروری چیز پکانے یا لانے کے لیے باہر جانا پڑتا ہے۔

اسی طرح شہر کی بعض مساجد میں جگہ تنگ ہونے اور نمازیوں کی کثرت وغیرہ کی وجہ سے معتکفین کو مسجد کی دوسری منزل میں ہی قیام کرنے کی اجازت دی جاتی ہے، کیونکہ نیچے والی منزل میں نمازوں کے اوقات میں معتکفین کے خیموں کو ہٹانا اور ان کے بستر اور سامان کو آگے پیچھے کرنا انتہائی مشکل ہوتا ہے، اور مسجد کی دوسری منزل میں بیٹھے ہوئے معتکفین کو نماز کے وقت نیچے والی منزل میں آنے کی ضرورت پیش آتی ہے، اور بعض اوقات زینہ کا راستہ مسجد کی حدود سے باہر ہوتا ہے، اس لیے انہیں نماز کے لیے مسجد کی حدود سے باہر سے گزر کر آنا پڑتا ہے، اور ایسی صورت میں علماء کی طرف سے مسنون اعتکاف کے فاسد ہونے کا حکم دیا جاتا ہے۔

بعض اوقات کسی معتکف کو سخت بیماری لاحق ہو جاتی ہے، اور ڈاکٹر ومعالج کا مسجد میں آنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے، ایسی صورت میں ایمرجنسی علاج معالجہ کے لیے کسی ڈاکٹر کے پاس یا ہسپتال جانا پڑ جاتا ہے۔

اور بعض اوقات کوئی معتکف بھول کر یا غلطی سے ذرا سا مسجد کی حدود سے باہر نکل جاتا ہے۔

کیا ایسی صورتوں میں فقہائے کرام میں سے کسی کے قول کے مطابق اعتکاف فاسد نہ ہونے کی گنجائش ہے، ہم نے سنا ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس طرح کی گنجائش ہے، اس کی حقیقت کیا ہے، اور کیا اس قول پر مندرجہ بالا صورتوں میں سے کسی صورت میں پر بوقتِ ضرورت عمل کرنے کی گنجائش ہے کہ نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب:

واجب اور مسنون اعتکاف کی حالت میں جن مقاصد کے لیے فقہائے کرام نے مسجد سے نکلنے کی اجازت بیان فرمائی ہے، ان مقاصد کے علاوہ اگر کوئی معتکف ایک لمحہ کے لئے بھی مسجد سے نکل جائے، یا نکلا تو اس طرح کی ضرورت کے لئے ہو، مگر بلا ضرورت ایک لمحہ کے لئے بھی باہر ٹھہر جائے، یہاں تک کہ کوئی بھولے سے نکل جائے، یا کوئی زبردستی مسجد سے نکال دے، یا پھر کسی مجبوری میں نکلے، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس طرح کی تمام صورتوں میں اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے۔

اور حنفیہ کی عام کتبِ فقہ میں اسی کے مطابق حکم بیان کیا جاتا ہے، اور اسی کے مطابق فتویٰ دیا جاتا ہے، جس کی تفصیل بندہ نے اپنی تالیف ''اعتکاف کے فضائل واحکام'' میں بھی درج کی ہے۔[1]

---

[1] ملحوظ رہے کہ اگر کوئی معتکف بھول کر یا بیماری وغیرہ کے عذر سے یا جان، مال کے خطرے کے پیشِ نظر یا کسی کے جبر واکراہ اور زور زبردستی کرنے سے مسجد سے نکل جائے، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق اس کا اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، اگرچہ اعتکاف توڑنے کا گناہ نہیں ہوتا۔

لیکن امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے نزدیک بھول کر مسجد سے نکلنے یا کسی کے زبردستی نکال دینے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، جس کی تفصیل ہم نے اپنی تالیف ''اعتکاف کے فضائل واحکام'' میں ذکر کردی ہے۔ محمد رضوان۔

ذهب الحنفية والمالكية إلى أن الخروج من المسجد عمدا أو سهوا يبطل الاعتكاف .
وعللوا ذلک بأن حالة الاعتكاف مذكرة، ووقوع ذلک نادر، وإنما يعتبر العذر فيما يغلب وقوعه.
وذهب الشافعية والحنابلة إلى عدم البطلان إذا خرج ناسيا ، لقول النبى صلى الله عليه وسلم: عفى لأمتى عن الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه............
ح – الخروج للمرض:
المرض على قسمين:
المرض اليسير الذى لا تشق معه الإقامة فى المسجد كصداع وحمى خفيفة وغيرهما لا يجوز معه الخروج من المسجد إذا كان اعتكافه منذورا متتابعا، فإن خرج فسد اعتكافه لأنه غير مضطر إليه.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جب تک آدھے دن کی مقدار تک مسجد سے باہر نہ ٹھہرے، اس وقت تک اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، اور ان دونوں فقہائے مجتہدین کے نزدیک یہ حکم جان بوجھ کر اپنے اختیار سے یا بھول کر نکلنے، یا ضرورت ومجبوری مثلاً بیماری میں نکلنے اور گواہی وغیرہ دینے کے لئے نکلنے اور بغیر مجبوری اور بغیر ضرورت کے نکلنے کی سب صورتوں میں ہے۔

لیکن اگر وہ اعتکاف واجب یا مسنون نہ ہو، بلکہ نفلی ہو، تو اس میں مذکورہ فقہائے کرام میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أما المرض الشديد الذى يتعذر معه البقاء فى المسجد، أو لا يمكن البقاء معه فى المسجد، بأن يحتاج إلى خدمة أو فراش أو مراجعة طبيب، فقد ذهب الحنفية إلى أن خروجه مفسد لاعتكافه، ففى الفتاوى الهندية: إذا خرج ساعة بعذر المرض فسد اعتكافه .هكذا فى الظهيرية .علما بأن مذهب أبى يوسف ومحمد اعتبار نصف النهار كما تقدم.

وذهب المالكية والحنابلة إلى أنه لا يبطل ولا ينقطع به التتابع، ويبنى على ما مضى إذا شفى، وهو الأصح عند الشافعية .وكذلک إذا كان المرض مما يتلوث به المسجد كالقىء ونحوه فإنه لا ينقطع به التتابع.

أما الخروج حالة الإغماء فإنه لا يقطع الاعتكاف فى قولهم جميعا، لأنه لم يخرج باختياره.

قال الكاسانى: وإن أغمى عليه أياما، أو أصابه لمم (جنون) فسد اعتكافه، وعليه إذا برأ أن يستقبل، لأنه لزمه متتابعا.

وعند الشافعية أن المرض والإغماء يحسبان من الاعتكاف.

وفى معنى المرض هذا، الخوف من لص أو حريق عند الشافعية .

ط – الخروج لانهدام المسجد:

إذا انهدم المسجد فخرج منه ليقيم اعتكافه فى مسجد آخر صح ذلک عند الحنفية استحسانا، وكذلک عند غيرهم .

ى – الخروج حالة الإكراه:

اتفق الفقهاء على أن الخروج بسبب الإكراه لحكومة لا يفسد الاعتكاف قبل تمام الاعتكاف .إلا أن الحنفية أطلقوا القول بأن الإكراه لا يفسد الاعتكاف إذا دخل المعتكف مسجدا آخر من ساعته .وهذا استحباب منهم، أما إذا لم يدخل مسجدا آخر، فيبقى الحكم على أصل القياس وهو البطلان(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵ص ۲۲۲ الیٰ ۲۲۴، ملخصاً، مادة "اعتكاف")

سے کسی کے نزدیک بھی تھوڑے یا زیادہ وقت کے لیے مسجد سے باہر نکلنے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔ [1]

اب سے پہلے ہمیں امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول اور اس کے دلائل کا تفصیل سے جائزہ لینے اور تحقیق کرنے کا موقع حاصل نہ ہوسکا تھا، اور نہ ہی اس قول پر عمل کی ضرورت وگنجائش محسوس کی گئی تھی، اس لیے بندہ نے اپنی ''اعتکاف کے فضائل واحکام'' سے متعلق کتاب میں بھی اس قول کا اجمالاً ذکر کیا تھا، اور زیادہ تر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق مسائل کا ذکر کیا تھا۔

لیکن اب متعدد سوالات اور مختلف ضروریات اور صورتِ مسئولہ کے پیشِ نظر امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول کی تفصیل وتحقیق اور بوقتِ ضرورت اس پر عمل کا احساس ہونے پر اس کے متعلق ذیل میں کچھ تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی جاتی ہے۔

امام محمد کا حوالہ

امام محمد رحمہ اللہ نے ''کتابُ الاصل'' میں واجب اعتکاف کا حکم بیان کرتے ہوئے اس بات کی خود وضاحت فرمائی ہے کہ:

''اگر معتکف کسی عذر مثلاً بیمار ہونے کی بناء پر مسجد سے آدھے دن سے کم وقت کے لیے نکل جائے، یا آدھے دن سے کم وقت کے لیے اس کو زبردستی کوئی مسجد سے نکال دے، یا کوئی معتکف کسی ضرورت مثلاً قضائے حاجت وغیرہ کے لیے

---

[1] تقدم أن خروج المعتكف إن كان بعذر طبيعي أو شرعي جاز له الخروج على خلاف فى ذلک.
أما إذا خرج المعتكف بدون عذر فسد اعتكافه – حسب اعتبار الفقهاء للعذر وعدمه – ولو كان زمن الخروج يسيرا، إلا عند أبى يوسف ومحمد من الحنفية، فإنهما قيدا زمن المفسد بأكثر من نصف النهار (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵ ص ۲۲۴، مادة "اعتكاف")
(ولو خرج من المسجد ساعة بغير عذر فسد اعتكافه) عند أبى حنيفة – رحمه الله تعالى – لوجود المنافى وهو القياس، وقالا: لا يفسد حتى يكون أكثر من نصف يوم وهو الاستحسان لأن فى القليل ضرورة (الهداية فى شرح بداية المبتدى، ج ۱، ص ۱۳۰، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

مسجد سے نکلے، پھر وہ بلاضرورت آدھے دن سے کم وقت کے لیے مسجد سے باہر ٹھہر جائے، یا کوئی معتکف بلاعذر مسجد سے باہر نکل جائے، اور آدھے دن سے کم وقت تک مسجد سے باہر رہے، تو ان تمام صورتوں میں امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، یہاں تک کہ وہ پورا دن یا دن کے اکثر حصہ میں مسجد سے باہر نہ ٹھہرے ''استحسان'' کا تقاضا یہی ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ان صورتوں میں اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے ''قیــــاس'' کا تقاضا یہی ہے''۔ انتہٰی۔ [1]

اور آگے علامہ ابنِ ہمام وغیرہ کے حوالہ سے آتا ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جو حکم دن کے اکثر اور کم حصہ کا ہے، وہی حکم رات کے اکثر اور کم حصہ کا بھی ہے، جو کہ بظاہر درست رائے معلوم ہوتی ہے۔ [2]

---

[1] وإذا مرض المعتكف فخرج من المسجد يوما أو أكثر من نصف يوم فعليه أن يستقبل الاعتكاف إن كان اعتكافا واجبا وهذا قول أبى يوسف وقال أبو حنيفة إذا خرج ساعة من المسجد من غير عذر استقبل الاعتكاف وكذلك إذا خرج من المسجد لغير حاجة يوما أو أكثر من نصف يوم فعليه أن يستقبل اعتكافه فى قول أبى يوسف وكذلك لو أفطر يوما كان عليه أن يستقبل اعتكافه(الاصل المعروف بالمبسوط للشيبانى، ج۲ص ۲۷۴، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

وإذا اعتكف الرجل اعتكافا واجبا فأخرجه السلطان مكرها أو غير سلطان فإن دخل مسجدا غير ذلك المسجد مكانه استحسنت أن يكون على اعتكافه وأدع القياس فى ذلك وإن أخذ فى عمل غير ذلك أو حبسه حابس عن المسجد يوما أو أكثر من نصف يوم انتقض اعتكافه وكان عليه أن يستقبل اعتكافه.

وإن خرج المعتكف لغائط أو بول من المسجد فلقى غريما له فلزمه يوما أو أكثر من نصف يوم انتقض اعتكافه إذا كان واجبا ولو حبسه ساعة أو نحو ذلك لم ينتقض اعتكافه أستحسن ذلك وأدع القياس فيه وأما فى قول أبى حنيفة فإن اعتكافه فاسد.

وقال أبو يوسف ومحمد إذا خرج أكثر من نصف يوم أفسد اعتكافه وإذا خرج أقل من ذلك لم يفسد اعتكافه(الاصل المعروف بالمبسوط للشيبانى، ج۲ص ۲۷۹، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

[2] البتہ یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ اگر امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک رات کو بھی دن والا حکم حاصل ہے، تو پھر انہوں نے رات کی تصریح کیوں نہیں فرمائی۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

’’فتاویٰ قاضی خان‘‘ کا حوالہ

’’فتاویٰ قاضی خان‘‘ میں ہے کہ:

’’اگر معتکف مسجد سے بغیر عذر کے ایک لمحہ کے لیے بھی نکل گیا، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق اس کا اعتکاف فاسد ہوجائے گا، اور صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ دونوں کے نزدیک اس وقت تک اعتکاف فاسد نہیں ہوگا، جب تک آدھے دن سے زیادہ وقت تک مسجد سے نہ نکلا رہے، اور اگر عذر کے بغیر مسجد سے نکلے، تو بھی مذکورہ فقہائے کرام کے درمیان یہی اختلاف ہے، اور اسی طریقہ سے بھول کر نکلنے کی صورت میں اور زبردستی مسجد سے نکالے جانے کی صورت میں بھی مذکورہ فقہائے کرام کا یہی اختلاف ہے‘‘۔انتھٰی۔ [1]

فقہائے کرام کی تصریح کے مطابق امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ نے اس مسئلہ میں

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

اس کے جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے یہ حکم واجب اعتکاف کے ضمن میں بیان فرمایا ہے، اور واجب اعتکاف عندالحنفیہ کم از کم ایک دن پر مشتمل ہوتا ہے، اس لیے انہوں نے ادنیٰ واجب درجہ کے حکم کے بیان پر اکتفاء کیا، ورنہ ان کے نزدیک اس مسئلہ کا جس قاعدہ پر مدار ہے، یعنی ’’للاکثر حکم الکل‘‘ وہ رات کے وقت پر بھی صادق آتا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے، اور فقہائے کرام نے جو رمضان وغیرہ کے روزہ کی نیت کے دن کے اکثر حصہ میں ہونے کو اس مسئلہ کی نظیر میں پیش کیا ہے، اس سے مسئلہ ہٰذا میں دن کی تخصیص سمجھنا بھی اس لیے راجح معلوم نہیں ہوتا کہ روزہ دن کے وقت میں رکھا جاتا ہے، جبکہ اعتکاف رات میں بھی ہوتا ہے، اور وہ روزہ کی طرح دن کے ساتھ مختص نہیں۔

واللہ أعلم۔محمد رضوان خان۔

[1] ولو خرج المعتكف عن المسجد بغير عذر ساعة بطل اعتكافه فى قول أبى حنيفة رحمه الله تعالى وعندهما لا يبطل حتى يكون أكثر من نصف يوم وعلى هذا الخلاف إذا خرج ساعة بعذر المرض لأن الخروج بعذر المرض لم يصر مستثنى عن الإيجاب لأنه خرج بغير عذر إلا أنه لم يأثم فى الخروج بعذر المرض وكذا إذا خرج بغير عذر ناسياً فسد اعتكافه وإن كان ساعة فى أبى حنيفة رحمه الله تعالى وكذا إذا انهدم المسجد فانتقل إلى مسجد آخر أو أخرجه السلطان مكرهاً أو أخرجه الغريم ساعة فسد اعتكافه فى قول أبى حنيفة رحمه الله تعالى(فتاویٰ قاضیخان، ج ۱ ص ۱۶۲، کتاب الصوم)

’’للاکثر حکم الکل‘‘ والے قاعدہ پر عمل کیا ہے، اور اس قاعدہ کا فقہائے کرام نے متعدد مسائل میں اعتبار کیا ہے، اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ نے معتکف کے لیے مشکل سے بچنے اور آسانی پیدا کرنے کے لیے تھوڑے وقت کے لیے نکلنے کو معاف قرار دیا ہے، اور اس سلسلہ میں معتکف کو ضرورت کے لیے باہر نکلنے کے بعد آہستہ رفتار میں چلنے کو اس کی نظیر میں پیش کیا ہے، جس کی تفصیل آگے مختلف عبارات کے ضمن میں آتی ہے۔

ابوبکر جصاص کا حوالہ

امام ابوبکر جصاص ’’مختصر الطحاوی‘‘ کی شرح میں فرماتے ہیں:

وأما أبو يوسف ومحمد :فإنما ذهبا إلى أنه لما كان خروجه للوقت اليسير لا يفسد اعتكافه، والكثير يفسده، فاعتبرا أكثر اليوم؛ لأن الأكثر فى حكم الكل فى كثير من الأصول، ألا ترى أن وجود النية فى أكثر النهار فى الصوم الذى يجوز ترك النية فيه من الليل، بمنزلة وجوده جميعه فى جواز الصوم (شرح مختصر الطحاوی، للجصاص، ج۲، ص ۴۷۵، کتاب الصوم، باب الاعتکاف)

ترجمہ: اور امام ابو یوسف اور امام محمد اس طرف گئے ہیں کہ جب معتکف کا (مسجد سے) نکلنا تھوڑے وقت کے لیے ہو، تو اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، اور جب مسجد سے نکلنا زیادہ وقت کے لیے ہو، تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے، پھر امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ نے دن کے اکثر حصہ کا اعتبار کیا ہے، کیونکہ بہت سے اصولوں میں اکثر کو کل کا حکم حاصل ہوا کرتا ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جس روزہ کے لیے رات سے نیت کرنا ضروری نہیں، اس کے جائز ہونے کے لیے دن کے اکثر حصہ میں نیت کا پایا جانا ایسا ہی ہے، جیسا کہ دن کے پورے حصہ میں نیت

کا پایا جانا(شرح مختصر الطحاوی)

علامہ سرخسی کا حوالہ

شمس الائمہ علامہ سرخسی ’’المبسوط‘‘ میں فرماتے ہیں:

وإذا خرج من المسجد يوما أو أكثر من نصف يوم فكذلك الجواب؛ لأن ركن الاعتكاف قد فات.

فأما إذا خرج ساعة من المسجد فعلى قول أبى حنيفة – رحمه الله تعالى – يفسد اعتكافه، وعند أبى يوسف ومحمد رحمهما الله تعالى لا يفسد ما لم يخرج أكثر من نصف يوم.

وقول أبى حنيفة – رحمه الله تعالى – أقيس وقولهما أوسع .

قالا: اليسير من الخروج عفو لدفع الحاجة فإنه إذا خرج لحاجة الإنسان لا يؤمر بأن يسرع المشى، وله أن يمشى على التؤدة فظهر أن القليل من الخروج عفو والكثير ليس بعفو فجعلنا الحد الفاصل أكثر من نصف يوم فإن الأقل تابع للأكثر فإذا كان فى أكثر اليوم فى المسجد جعل كأنه فى جميع اليوم فى المسجد كما قلنا فى نية الصوم فى رمضان إذا وجدت فى أكثر اليوم جعل كوجودها فى جميع اليوم.

وأبو حنيفة – رحمه الله تعالى – يقول: ركن الاعتكاف هو المقام فى المسجد والخروج ضده فيكون مفوتا ركن العبادة، والقليل والكثير فى هذا سواء كالأكل فى الصوم والحدث فى الطهارة(المبسوط للسرخسی، ج۳ص۱۱۸،۱۱۹، کتاب الصوم، باب الاعتکاف)

ترجمہ: اور جب معتکف مسجد سے پورے ایک دن کے لیے یا آدھے دن سے زیادہ کے لیے نکل جائے، تو بھی یہی حکم ہے کہ (امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف وامام محمد سب کے نزدیک) اعتکاف فاسد ہوجائے گا، کیونکہ اس صورت میں اعتکاف کا رکن (یعنی مسجد میں ٹھہرنا) فوت ہوگیا ہے۔

اور اگر مسجد سے ایک لمحہ کے لیے بھی نکل جائے، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق اس کا اعتکاف فاسد ہوجائے گا، اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس وقت تک اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوگا، جب تک وہ مسجد سے آدھے دن سے زیادہ وقت کے لیے نہ نکلے۔

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ''قیاس'' کے زیادہ موافق ہے، جبکہ صاحبین کا قول زیادہ وسعت والا ہے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ یہ فرماتے ہیں کہ ضرورت وحاجت کی خاطر تھوڑے وقت کے لیے نکلنا معاف ہے، کیونکہ جب معتکف اپنی حاجت (وضرورت مثلاً پیشاب، پاخانہ کرنے یا کھانا لانے یا نمازِ جمعہ پڑھنے) کے لیے نکلے، تو اس کو تیز رفتاری کے ساتھ چلنے کا حکم نہیں ہے، بلکہ اس کو آہستہ رفتار میں چلنا بھی جائز ہے، جس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ تھوڑے وقت کے لیے نکلنا معاف ہے، اور زیادہ وقت کے لیے نکلنا معاف نہیں، پس اس بناء پر (تھوڑے اور زیادہ وقت کے درمیان) حدِ فاصل آدھے دن سے زیادہ کو قرار دے دیا گیا، کیونکہ (بہت سے مسائل میں) کم حصہ، اکثر کے تابع ہوا کرتا ہے، پس جب دن کا اکثر حصہ مسجد میں موجود رہے گا، تو ایسا سمجھا جائے، گویا کہ پورے دن مسجد میں رہا، جیسا کہ ہم نے رمضان کے روزہ کی نیت کے بارے میں کہا کہ جب وہ دن کے اکثر حصہ میں پائی گئی، تو اس کو ایسا حکم حاصل ہے، جیسا کہ پورے دن میں

پائی گئی۔

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اعتکاف کا رکن مسجد میں ٹھہرنا ہے، اور مسجد سے نکلنا اس کی ضد ہے، پس یہ نکلنا عبادت کے رکن کو فوت کرنے والا ہوگا، جس میں تھوڑا اور زیادہ وقت برابر ہے، جیسا کہ روزہ میں کھانا پینا، اور پاکی میں حدث لاحق ہوجانا (کہ تھوڑا اور زیادہ کھانا پینا روزہ کو فاسد کردیتا ہے، اور تھوڑے یا زیادہ پیشاب پاخانہ سے بھی وضوٹوٹ جاتا ہے) (المبسوط)

”بدائعُ الصنائع“ کا حوالہ

علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے ”بدائع الصنائع“ میں امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف و امام محمد رحمہم اللہ کے اقوال کے ضمن میں فرمایا کہ:

”امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ”اقیس“ ہے، یعنی ان کا قول ”قیاس“ کے زیادہ مطابق ہے، اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول ”اوسع“ ہے، یعنی اس میں عمل کرنے والوں کے لیے زیادہ وسعت وگنجائش ہے“۔ انتہٰی۔ [1]

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ جہاں تنگی سے بچنے اور وسعت پیدا کرنے کی ضرورت ہو،

---

[1] فإن خرج من المسجد لغير عذر؛ فسد اعتكافه فى قول أبى حنيفة وإن كان ساعة، وعند أبى يوسف ومحمد لا يفسد حتى يخرج أكثر من نصف يوم قال محمد: قول أبى حنيفة أقيس وقول أبى يوسف أوسع.

وجه قولهما أن الخروج القليل عفو وإن كان بغير عذر بدليل أنه لو خرج لحاجة الإنسان وهو يمشى متأنيا؛ لم يفسد اعتكافه وما دون نصف اليوم؛ فهو قليل فكان عفوا، ولأبى حنيفة أنه ترك الاعتكاف باشتغاله بضده من غير ضرورة فيبطل اعتكافه لفوات الركن، وبطلان الشىء بفوات ركنه يستوى فيه الكثير والقليل كالأكل فى باب الصوم وفى الخروج لحاجة الإنسان ضرورة.

وأحوال الناس فى المشى مختلفة لا يمكن ضبطها فسقط اعتبار صفة المشى وههنا لا ضرورة فى الخروج وعلى هذا الخلاف إذا خرج لحاجة الإنسان ومكث بعد فراغه أنه ينتقض اعتكافه عند أبى حنيفة قل مكثه أو كثر، وعندهما لا ينتقض ما لم يكن أكثر من نصف يوم(بدائع الصنائع، ج۲ص ۱۱۵، كتاب الاعتكاف، فصل ركن الاعتكاف)

وہاں امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول پر عمل کر لینے کی گنجائش ہونی چاہیے۔

’’مجمعُ الانھر‘‘ کا حوالہ

اور ’’مجمعُ الانھر‘‘ میں ہے:

(وعندهما لا يفسد ما لم يكن) الخروج (أكثر اليوم) وهو الاستحسان؛ لأن في القليل ضرورة ولا ضرورة في الكثير وقوله أقيس وقولهما أيسر للمسلمين هذا كله في الاعتكاف الواجب وأما في النفل فلا بأس بأن يخرج بعذر وبغير عذر (مجمع الانهر، ج ۱ ص ۲۵۷، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

ترجمہ: اور امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اعتکاف اس وقت تک فاسد نہیں ہوگا، جب تک مسجد سے نکلنا دن کے اکثر حصہ پر مشتمل نہ ہو، ’’استحسان‘‘ کا تقاضا یہی ہے، کیونکہ تھوڑے وقت کے لیے نکلنے کی تو ضرورت ہے، اور زیادہ وقت کے لیے نکلنے کی ضرورت نہیں، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ’’اقیَس‘‘ ہے (یعنی یہ قول ’’قیاس‘‘ کے زیادہ مطابق ہے) اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول میں مسلمانوں کے لیے ’’زیادہ یُسر وسہولت‘‘ ہے، اور یہ حکم واجب اعتکاف میں ہے (رمضان کے آخری عشرہ کے مسنون اعتکاف کو بھی متعدد مشائخِ حنفیہ نے یہی حکم دیا ہے) جہاں تک نفل اعتکاف کا حکم ہے، تو اس میں عذر کی وجہ سے اور بغیر عذر کے نکلنے میں کوئی حرج نہیں (مجمع الانھر)

اس عبارت میں بیان کردہ تفصیل سے بھی معلوم ہوا کہ جہاں اعتکاف میں دشواری اور مشقت کا سامنا ہو، وہاں یسر وسہولت پیدا کرنے کے لیے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ

Idara Ghufran

کے قول پر عمل کی گنجائش پائی جاتی ہے۔

’’تبیینُ الحقائق‘‘ کا حوالہ

اور ’’تبیین الحقائق‘‘ میں ہے:

(فإن خرج ساعة بلا عذر فسد) أی فسد اعتكافه وهذا عند أبی حنيفة وقالا لا يفسد إلا بأكثر من نصف يوم وقوله أقيس لأن الخروج ينافی اللبث وما ينافی الشیء يستوی فيه القليل والكثير كالأكل والشرب فی الصوم والحدث فی الطهر وقولهما استحسان وهو أوسع لأن القليل منه لو لم يبح لوقعوا فی الحرج لأنه لا بد منه لإقامة الحوائج ولا حرج فی الكثير والفاصل أكثر من نصف النهار إذ الأقل تابع للأكثر كما فی نية الصوم (تبيين الحقائق، ج ا ص ۳۵۱، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

ترجمہ: اگر معتکف بلا عذر ایک ساعت (اور ایک لمحہ) کے لیے بھی نکلا، تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا، یہ حکم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے، اور صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ نے فرمایا کہ اعتکاف اس وقت تک فاسد نہیں ہوگا، جب تک آدھے دن سے زیادہ کے لیے نہ نکلے، اور امام ابوحنیفہ کا قول ’’قیاس‘‘ کے زیادہ مطابق ہے، کیونکہ مسجد سے نکلنا، ٹھہرنے کے منافی ہے، اور جو چیز کسی عمل کے منافی ہو، اس میں تھوڑے اور زیادہ کا حکم برابر ہوتا ہے، جیسا کہ روزہ میں کھانا اور پینا، اور پاکی کی حالت میں حدث لاحق ہو جانا، اور صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول ’’استحسان‘‘ پر مبنی ہے، اور اس میں زیادہ وسعت ہے، کیونکہ اگر تھوڑے وقت کی بھی اجازت نہیں دی جائے گی، تو

لوگ حرج اور تنگی میں پڑ جائیں گے، اور لوگوں کو اپنی ضروریات کو پورا کرنا بھی ضروری ہے، اور زیادہ وقت میں حرج نہیں، اور حدِ فاصل آدھے دن سے زیادہ کا حصہ ہے، کیونکہ آدھے دن سے کم اکثر کے تابع ہے، جیسا کہ روزہ کی نیت کے مسئلہ میں (تبیینُ الحقائق)

مذکورہ عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ مشائخِ حنفیہ نے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول کو ''استحسان'' پر مبنی اور حرج و تنگی سے بچنے لیے ''اوسع'' قرار دیا ہے، جس پر تنگی میں مبتلا شخص کو عمل کر لینے کی گنجائش ہونی چاہیے۔

''العناية شرح الهداية'' کا حوالہ

''الهداية'' کی شرح ''العناية'' میں ہے کہ:

''قیاس'' کا تقاضا یہ ہے کہ مسجد سے تھوڑے وقت کے لیے نکلنا بھی اعتکاف کو فاسد کر دیتا ہے، کیونکہ اعتکاف کا رکن مسجد میں ٹھہرنا ہے، اور مسجد سے نکلنا اس کو فوت کرنے کا سبب ہے، لہٰذا اس میں تھوڑی دیر کے لیے نکلنا اور زیادہ دیر کے لیے نکلنا برابر ہوگا، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہی قول ہے، لیکن امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تھوڑے وقت کے لیے نکلنے کو ضرورت کی وجہ سے معاف قرار دیتے ہیں، اور وہ دن کے نصف حصہ سے کم کو تھوڑے وقت میں اور دن کے نصف حصہ سے زیادہ کو اکثر وقت میں شمار کرتے ہیں، جس طرح ضرورت کے وقت میں باہر نکلنے والے کے آہستہ چلنے کو معاف قرار دیا گیا ہے، اور جس طرح رمضان میں اکثر حصہ کے اندر روزہ کی نیت کا اعتبار کیا گیا ہے کہ جب وہ دن کے اکثر حصہ میں پائی جائے، تو اس کو پورے دن میں پائی جانے کا حکم حاصل ہوتا ہے، کیونکہ تھوڑی چیز زیادہ کے تابع ہوا کرتی ہے، اسی طرح اعتکاف میں بھی تھوڑا

وقت زیادہ وقت کے تابع ہوگا‘‘۔انتہٰی۔ ۱؎

’’البنایۃ شرح الھدایۃ‘‘ کا حوالہ

’’الھدایۃ‘‘ کی شرح ’’البنایۃ‘‘ میں اس مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

’’امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ’’قیــــاس ‘‘ کے مطابق ہے، اور امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے، لیکن امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ’’لـلاکثر حکم الکل ‘‘ کے قاعدہ پر عمل کرتے ہوئے دن کے آدھے حصہ سے کم وقت کے لیے نکلنے کو معاف قرار دیا گیا ہے، اگرچہ وہ بغیر عذر کے ہی ہو، جیسا کہ کوئی معتکف قضائے حاجت کے لیے نکلے، اور آہستہ رفتار کے ساتھ چلے، تو اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، اگرچہ وہ آہستہ چلنے پر مجبور نہ ہو، کیونکہ یہ آہستہ چلنا تھوڑا حکم رکھتا ہے، اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول ’’استــــحســـــان ‘‘ پر مبنی ہے، کیونکہ تھوڑے وقت کی ضرورت ہوتی ہے، اور ضرورت مستثنٰی ہوا کرتی ہے‘‘۔انتہٰی۔ ۲؎

۱؎ وقوله (وهو القياس) لأن ركـن الاعتكـاف هو اللبث فى المسجد والخروج مفوت له، فكان القليل والكثير سواء كالأكل فى الصوم .والحدث فى الطهارة .وقوله (لأن فى القليل ضرورة) بيانه أن الـمعتكف إذا خرج لحاجة الإنسان لا يؤمر بأن يسرع فى المشى .ولـه أن يـمشى على التؤدة فكان القليل عفوا والكثير ليس بعفو .فـجعلنا الحد الفاصل بينهما الأكثر من نصف يوم اعتبارا بنية الصوم فى رمضان .إذا وجدت فى أكثر اليوم جعلت كأنها وجدت فى جميع اليوم .لأن القليل تابع للأكثر .(العناية شرح الهداية، ج۲، ص۳۹۶، ۳۹۷، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

۲؎ وفى "المبسوط "و "التحفة "قول أبى حنيفة – رحمه الله – أقيس.
م: (لـوجود المنافى) ش: للبث م: (وهو) ش: أى قـول أبـى حنيفة – رحمه الله – هو م: (القياس) ش: وبـه قـال مـالـك والشـافعى، وأحمد، إلا أن عند مالك – رحمه الله – يخرج لعيادة أبويه ولا يخرج لجنازتهما .م: (وقالا) ش :أى أبو يوسف ومحمد -رحمهما الله -م :(لا يفسد حتى يكون ش :أى الخروج م :(أكثر من نصف يوم) ش :لأن لـلأكثر منه حكم الكل والأقل منه عفو، وإن كان بغير عذر ولهذا إذا خرج لحاجة الإنسان فتأنى فى المشى لا يفسد اعتكافه، وإن كان لا يحتاج إلى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ عبارات سے بھی معلوم ہوا کہ جس طرح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول بلا دلیل نہیں، اور اس میں زیادہ احتیاط پائی جاتی ہے، اسی طرح امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول بھی بلا دلیل نہیں ہے، اور اس کے فقہی نظائر بھی پائے جاتے ہیں، اور اس قول میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مقابلہ میں یسر وسہولت پائی جاتی ہے، جس سے ضرورت وحاجت مندوں کو فائدہ اٹھانے کی اجازت ہونی چاہیے۔

''فتحُ القدیر'' کا حوالہ

''الھدایۃ'' کی شرح ''فتحُ القدیر'' میں علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ نے مذکورہ مسئلہ کے ضمن میں، صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول کو بیان کرتے ہوئے جو حکم دن کے اکثر اور کم حصہ کا بیان فرمایا ہے، وہی حکم رات کے اکثر اور کم حصہ کا بھی بیان فرمایا ہے۔

نیز علامہ ابنِ ہمام نے ''استحسان'' اور ''قیاس'' میں ترجیح ہونے کی بحث کرتے ہوئے اس مسئلہ میں ''قیاس'' کو ترجیح دی ہے، اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ''استحسان'' میں جس ضرورت پر تخفیف کا مدار ہوا کرتا ہے، وہ ضرورتِ لازمہ یا غالبُ الوقوع ہوتی ہے، جبکہ اعتکاف کے زیرِ بحث مسئلہ میں اس طرح کی ضرورت نہیں پائی جاتی (ملاحظہ ہو: فتحُ القدیر) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

التأنى فى المشى لأنه فى حكم اليسير .وفى "الذخيرة :"الاختلاف فى الاعتكاف الواجب، أما فى النفل فلا بأس بأن يخرج بغير عذر لأن التطوع غير مقدر فى ظاهر الرواية، وهو أى قولهما م: (الاستحسان؛ لأن فى القليل ضرورة) ش :والضرورة مستثناة(البناية شرح الهداية، ج۴، ص ۱۲۹، كتاب الصوم،باب الاعتكاف)

[1] (قوله وهو الاستحسان) يقتضى ترجيحه لأنه ليس من المواضع المعدودة التى رجح فيها القياس على الاستحسان .ثم هو من قبيل الاستحسان بالضرورة كما ذكره المصنف، واستنباط من عدم أمره إذا خرج إلى الغائط أن يسرع المشى، بل يمشى على التؤدة وبقدر البطء تتخلل السكنات بين الحركات على ما عرف فى فن الطبيعة، وبذلك يثبت قدر من الخروج فى غير محل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ شلبی کا حوالہ

علامہ شلبی نے ''تبیینُ الحقائق '' کے حاشیہ میں علامہ ابنِ ہمام کی بیان کردہ تفصیل کو نقل کیا ہے، اورانہوں نے بھی رات کے اکثر اور کم حصہ میں مسجد میں رہنے یا مسجد سے باہر رہنے کو دن کے اکثر اور کم حصہ میں مسجد میں یا مسجد سے باہر رہنے کا حکم دیا ہے(ملاحظہ ہو: حاشیةُ الشلبی علٰی تبیین الحقائق) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الحاجة، فعلم أن القليل عفو فجعلنا الفاصل بينه وبين الكثير أقل من أكثر اليوم أو الليلة لأن مقابل الأكثر يكون قليلا بالنسبة إليه، وأنا لا أشك أن من خرج من المسجد إلى السوق للعب واللهو أو القمار من بعد الفجر إلى ما قبل نصف النهار كما هو قولهما، ثم قال "يا رسول الله أنا معتكف.
قال: ما أبعدك عن العاكفين "ولا يتم مبنى هذا الاستحسان فإن الضرورة التي يناط بها التخفيف هى الضرورة اللازمة أو الغالبة الوقوع، ومجرد عروض ما هو ملجء ليس بذلك .ألا يرى أن من عرض له فى الصلاة مدافعة الأخبثين على وجه عجز عن دفعه حتى خرج منه لا يقال ببقاء صلاته كما يحكم به مع السلس مع تحقق الضرورة والإلجاء وسمى ذلك معذورا دون هذا مع أنهما يجيزانه لغير ضرورة أصلا.
إذ المسألة هى أن خروجه أقل من نصف يوم لا يفسد مطلقا سواء كان لحاجة أو لا بل للعب .وأما عدم المطالبة بالإسراع فليس لإطلاق الخروج اليسير بل لأن الله تعالى يحب الأناة والرفق فى كل شيء حتى طلبه فى المشى إلى الصلاة، وإن كان ذلك يفوت بعضها معه بالجماعة.
وكره الإسراع ونهى عنه وإن كان محصلا لها كلها فى الجماعة تحصيلا لفضيلة الخشوع إذ هو يذهب بالسرعة والعاكف أحوج إليها فى عموم أحواله لأنه سلم نفسه لله تعالى متقيدا بمقام العبودية من الذكر والصلاة والانتظار للصلاة، فهو فى حال المشى المطلق له داخل فى العبادة التى هى الانتظار، والمنتظر للصلاة فى الصلاة حكما فكان محتاجا إلى تحصيل الخشوع فى حال الخروج، فكانت تلك السكنات كذلك، وهى معدودة من نفس الاعتكاف لا من الخروج، ولو سلم أن القليل غير مفسد لم يلزم تقديره بما هو قليل بالنسبة إلى مقابله من بقية تمام يوم أو ليلة، بل بما يعد كثيرا فى نظر العقلاء الذين فهموا معنى العكوف، وأن الخروج ينافيه(فتح القدير ، ج٢،ص ٣٩٦، ٣٩٧، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

[1] (قوله فإن خرج ساعة بلا عذر فسد) أى فى المنذور سواء كان عامدا أو ناسيا .اهـ .غاية (قوله وقولهما استحسان) يقتضى ترجيحه لأنه ليس من المواضع المعدودة التى رجح فيها القياس على الاستحسان ثم هو من قبيل الاستحسان بالضرورة كما ذكره المصنف واستنباط من عدم أمره إذا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس سے معلوم ہوا کہ صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جو حکم معتکف کے لیے دن کے اکثر یا کم حصہ میں مسجد سے باہر یا مسجد کے اندر رہنے کا ہے، وہی حکم رات کے اکثر یا کم حصہ میں بھی مسجد سے باہر یا مسجد کے اندر رہنے کا ہے، کیونکہ جب پورے دن کے اکثر یا کم حصہ کا اعتبار کیا گیا ہے، تو اس سے رات کا وقت خارج ہوگیا، اور جو اعتکاف دن اور رات کے مجموعہ پر مشتمل ہو، اس میں رات کو اعتکاف کرنے کا حکم بھی دن والا ہی ہوگا، کیونکہ یہ مسئلہ اکثر کو کل کا حکم دینے پر مبنی ہے، اور شرعی اعتبار سے دن کا آغاز فجر کے طلوع ہونے پر اور دن کا اختتام سورج کے غروب ہونے پر ہوجاتا ہے، ظاہر ہے کہ اس کے مقابلہ میں شرعاً رات کا آغاز سورج غروب ہونے پر اور رات کا اختتام فجر کے طلوع ہونے پر ہوگا،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

خرج إلى الغائط أن يسرع المشي بل يمشي على التؤدة وبقدر البطء تتخلل السكنات بين الحركات على ما عرف في فن الطبيعة وبذلك يثبت قدر من الخروج في غير محل الحاجة فعلم أن القليل عفو فجعلنا الفاصل بينه وبين الكثير أقل من أكثر اليوم أو الليلة لأن مقابل الأكثر يكون قليلا بالنسبة إليه وأنا لا أشك أن من خرج من المسجد إلى السوق للهو واللعب أو القمار من بعد الفجر إلى ما قبل نصف النهار كما هو قولهما ثم قال يا رسول الله أنا معتكف قال ما أبعدك عن العاكفين ولا يتم مبنى هذا الاستحسان فإن الضرورة التي يناط بها التخفيف هي الضرورة اللازمة أو الغالبة الوقوع ومجرد عروض ما هو ملجء ليس بذاك ألا ترى أن من عرض له في الصلاة مدافعة الأخبثين على وجه عجز عن دفعه حتى خرج منه لا يقال ببقاء صلاته كما يحكم به مع السلس مع تحقق الضرورة والإلجاء وسمي ذلك معذورا دون هذا مع أنهما يجيزانه بغير ضرورة أصلا إذ المسألة هي أن خروجه أقل من نصف يوم لا يفسد مطلقا سواء كان بحاجة أو لا بل للعب وأما عدم المطالبة بالإسراع فليس لإطلاق الخروج اليسير بل لأن الله تعالى يحب الأناة والرفق في كل شيء حتى طلبه إلى المشي إلى الصلاة وإن كان ذلك يفوت بعضها معه بالجماعة وكره الإسراع ونهى عنه وإن كان محصلا لها كلها في الجماعة تحصيلا لفضيلة الخشوع إذ هو يذهب بالسرعة والعاكف أحوج إليها في عموم أحواله لأنه سلم نفسه لله تعالى متقيدا بمقام العبودية من الصلاة والذكر والانتظار للصلاة فهو في حال المشي المطلق له داخل في العبادة التي هي الانتظار اهـ والمنتظر للصلاة في الصلاة حكما فكان محتاجا إلى تحصيل الخشوع في حال الخروج فكانت تلك السكنات كذلك وهي معدودة من نفس الاعتكاف لا من الخروج ولو سلم أن القليل غير مفسد لم يلزم تقديره بما هو قليل بالنسبة إلى مقابله من بقية تمام يوم أو ليلة بل بما لا يعد كثيرا في نظر العقلاء الذين فهموا معنى العكوف وأن الخروج ينافيه .اهـ .فتح(حاشية الشلبي علىٰ تبيين الحقائق، ج ا ص ا ۳۵، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

اور شرعی دن اور شرعی رات کے وقت کا جو مجموعہ ہوگا، ان میں سے ہر ایک وقت کے اکثر اور کم کا اعتبار ہوگا، جس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

’’البحرُ الرائق‘‘ کا حوالہ

’’کنزُ الدقائق‘‘ کی شرح ’’البحرُ الرائق‘‘ میں ہے:

(فإن خرج ساعة بلا عذر فسد) لوجود المنافی فشمل القليل والكثير وهذا عند أبی حنيفة وقالا لا يفسد إلا بأكثر من نصف يوم وهو الاستحسان؛ لأن فی القليل ضرورة كذا فی الهداية وهو يقتضی ترجيح قولهما ورجح المحقق فی فتح القدير قوله؛ لأن الضرورة التی يناط بها التخفيف اللازمة أو الغالبة وليس هنا كذلک(البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج ۲، ص ۳۲۵)

ترجمہ: اگر معتکف ایک لمحہ کے لیے بھی مسجد سے بغیر عذر کے نکل جائے، تو اس کا اعتکاف فاسد ہوجائے گا، کیونکہ یہ مسجد میں ٹھہرنے کے منافی ہے، اور یہ حکم تھوڑے وقت کے لیے نکلنے اور زیادہ وقت کے لیے نکلنے دونوں کو شامل ہوگا، مگر یہ حکم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے، اور صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ اعتکاف اسی صورت میں فاسد ہوگا، جبکہ آدھے دن سے زیادہ وقت کے لیے نکلے، ’’استحسان‘‘ کا تقاضا یہی ہے، کیونکہ تھوڑے وقت کے لیے نکلنے میں ضرورت ہے، ’’ہدایہ‘‘ میں اسی طرح سے ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول راجح ہو، لیکن محقق ابنِ ہمام نے ’’فتح القدیر‘‘ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کو راجح قرار دیا ہے، اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جس ضرورت کے ساتھ سہولت وآسانی

وابستہ ہوا کرتی ہے، وہ لازم یا غالب ضرورت ہوتی ہے، اور یہاں پر (اعتکاف سے نکلنے کے مسئلہ میں) اس طرح کی لازم یا غالب ضرورت نہیں ہے (البحر الرائق)

’’حاشیۃُ الطحطاوی علی المراقی‘‘ کا حوالہ

’’حاشیۃُ الطحطاوی علی المراقی‘‘ میں بھی اسی طرح سے ہے۔ [1]

’’الدرُّالمختار‘‘ اور ’’ردُّالمحتار‘‘ کا حوالہ

علامہ حصکفی رحمہ اللہ نے ’’الدرُّالمختار‘‘ میں صاحبین کے قول کو ’’استحسان‘‘ پر مبنی قرار دیا ہے، اور علامہ ابنِ ہمام کی طرف سے اس میں بحث ہونے کا ذکر کیا ہے۔ [2]

جس کی تشریح کرتے ہوئے ’’ردُّالمحتار‘‘ میں علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ کی بحث کا خلاصہ ذکر کیا ہے۔ [3]

---

[1] قوله:" وقالا أن خرج أكثر اليوم الخ "قالوا: وهو الاستحسان فيقتضى ترجيح قولهما بحر وبحث فيه الكمال ورجح قوله لأن الضرورة التى يناط بها التخفيف اللازمة والغالبة وليس هنا كذلك اهـ أى فيكون من المواضع التى يعمل فيها بالقياس كذا فى تحفة الأخيار (حاشية الطحطاوى على المراقى، ص ۷۰۳، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

[2] (فلو خرج) ولو ناسيا (ساعة) زمانية لا رملية كما مر (بلا عذر فسد) فيقضيه إلا إذا أفسده بالردة واعتبرا أكثر النهار قالوا: وهو الاستحسان وبحث فيه الكمال (الدرالمختار)

[3] (قوله قالوا وهو الاستحسان) لأن فى القليل ضرورة كذا فى الهداية بدون لفظة قالوا المشعرة بالخلاف والضعف، ولكنه أتى بها ميلا إلى ما بحثه الكمال (قوله وبحث فيه الكمال) حيث قال قوله وهو استحسان يقتضى ترجيحه لأنه ليس من المواضع المعدودة التى رجح فيها القياس على الاستحسان ثم منع كونه استحسانا بالضرورة بأن الضرورة التى يناط بها التخفيف هى الضرورة اللازمة أو الغالبة الوقوع مع أنهما أى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ عبارات میں امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک دن یا رات کے اکثر اور کم حصہ اور وقت کا حکم تو بیان کیا گیا ہے، لیکن جب کوئی معتکف ٹھیک آدھا دن یا آدھی رات مسجد میں یا ٹھیک آدھا دن یا آدھی رات مسجد سے باہر رہے، اس صورت کا حکم بیان نہیں کیا گیا، جس کی بظاہر وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ نصف حصہ سے ایک دو منٹ کے بھی کم یا زیادہ ہونے سے اکثر اور کم کا حکم حاصل ہو جاتا ہے، اور ٹھیک نصف وقت کے لیے مسجد سے باہر یا مسجد کے اندر رہنے کی صورت کا وقوع شاذ ہے، جس کے ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

واللہ أعلم۔

البتہ "الجوهرة النيرة" میں تصریح ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول کے مطابق نصف حصہ کے حکم میں دو روایتیں ہیں، ایک اعتکاف فاسد ہونے کی دوسری فاسد نہ ہونے کی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الإمامين يجيزان الخروج بغير ضرورة أصلا لأن فرض المسألة فی خروجه أقل من نصف يوم لحاجة أو لا بل للعب، وأنا لا أشک فی أن من خرج من المسجد إلى السوق للعب واللهو والقمار إلى ما قبل نصف النهار ثم قال يا رسول الله أنا معتكف قال ما أبعدک عن المعتكفين .اهـ.

ملخصا وقد أطال فی تحقيق ذلک كما هو دأبه فی التحقيق -رحمه الله تعالى- وبه علم أنه لم يسلم كونه استحسانا حتى يكون مما رجح فيه القياس على الاستحسان كما أفاده الرحمتی فافهم(رد المحتار على الدر المختار، ج۲، ص۴۴۷، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

[1] (قوله ولا يخرج من المسجد إلا لحاجة الإنسان) وهی الغائط والبول لأنه معلوم وقوعها فلا بد من الخروج لأجلها ولا يمكث بعد فراغه من الطهور فإن مكث فسد اعتكافه عند أبی حنيفة وعندهما لا يفسد حتى يكون المكث أكثر من نصف يوم وفی نصف يوم روايتان وكذا إذا خرج من المسجد ساعة لغير عذر فسد اعتكافه عند أبی حنيفة لوجود المنافی وعندهما لا يفسد حتى يكون أكثر من نصف يوم لأن اليسير من الخروج عفو للضرورة(الجوهرة النيرة، ج ۱، ص ۱۴۶، باب الاعتكاف)

اب تک کی بحث کا خلاصہ

اب تک کی گزشتہ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ اور دیگر متعدد فقہائے کرام رحمہم اللہ کے نزدیک واجب اور مسنون اعتکاف کی حالت میں مخصوص ضرورت وحاجت کے لیے ہی نکلنا جائز ہوتا ہے، ہر مقصد وضرورت کے لیے نکلنا یا بلاضرورت نکلنا اور ٹھہرنا جائز نہیں ہوتا، اور اگر مجبوری میں جائز بھی ہو، تب بھی اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے، جبکہ امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اعتکاف اس وقت تک فاسد نہیں ہوتا، جب تک پورے دن یا دن کے اکثر حصہ میں مسجد سے باہر نہ ٹھہرے، اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک پوری رات یا رات کے اکثر حصہ میں مسجد سے باہر ٹھہرنے کا حکم بھی یہی ہے۔

پھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ''قیـــاس'' پر مبنی اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول ''استحسان'' پر مبنی قرار دیا گیا ہے، اور بعض مشائخِ حنفیہ کا رجحان ''استحسان'' پر مبنی ہونے کی وجہ سے امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول کی طرف ہے، جبکہ علامہ ابنِ ہمام وغیرہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کو راجح قرار دیا ہے، اور اس میں ''استحسان'' کے راجح ہونے پر اشکال ظاہر کیا ہے۔

’’قیاس واستحسان‘‘ کی بحث

اس کے بعد عرض ہے کہ ’’استحسان‘‘ اس کو کہا جاتا ہے، جو ایسی دلیل پر مبنی ہو، جو قیاسِ جلی یا کسی قاعدہ کے مقتضیٰ کے خلاف ہو، خواہ وہ دلیل وقاعدہ نص پر مبنی ہو، یا اجماع پر، یا ضرورت پر یا قیاسِ خفی پر۔ [1]

حنفیہ کے علاوہ بعض فقہائے کرام تو اگرچہ قیاسِ جلی کے مقابلہ میں ’’استحسان‘‘ یا اس کی

[1] ’’استحسان‘‘ قیاسِ خفی سے عام اور قیاسِ خفی ’’استحسان‘‘ کے مقابلہ میں خاص ہے، اس لیے ہر قیاسِ خفی کو تو ’’استحسان‘‘ کہا جاتا ہے، لیکن ہر ’’استحسان‘‘ کو قیاسِ خفی نہیں کہا جاتا، کیونکہ ’’استحسان‘‘ کا اطلاق بعض اوقات قیاسِ خفی کے علاوہ پر بھی کیا جاتا ہے، لیکن حنفیہ کی بہت سی کتب میں ’’استحسان‘‘ بول کر عموماً قیاسِ خفی کو مراد لیا جایا کرتا ہے، ’’استحسان‘‘ کی اقسام کا ذکر آگے آتا ہے۔

الاستحسان فی اللغة :هو عد الشیء حسنا ، وضده الاستقباح .

وفی علم أصول الفقه عرفه بعض الحنفیة بأنه :اسم لدلیل یقابل القیاس الجلی یکون بالنص أو الإجماع أو الضرورة أو القیاس الخفی.

کما یطلق عند الحنفیة -فی کتاب الکراهیة والاستحسان -علی استخراج المسائل الحسان، فهو استفعال بمعنی إفعال، کاستخراج بمعنی إخراج .قال النجم النسفی: فکأن الاستحسان هاهنا إحسان المسائل، وإتقان الدلائل(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۳،ص۲۱۸ ،مادة ”استحسان“)

والذی ظهر لی أن ما ذکره فی البدائع لا یخالف ما صرحوا به؛ لأنه ذکر أن هذا معنی خفی فقهی لا قیاس جلی ولا یکون من قبیل الرأی إلا القیاس الجلی .

وأما القیاس الخفی فهو المسمی بالاستحسان قال فی التوضیح القیاس جلی وخفی فالخفی یسمی بالاستحسان لکنه أعم من القیاس الخفی، فإن کل قیاس خفی استحسان ولیس کل استحسان قیاسا خفیا؛ لأن الاستحسان قد یطلق علی غیر القیاس الخفی أیضا لکن الغالب فی کتب أصحابنا أنه إذا ذکر الاستحسان أرید به القیاس الخفی، وهو دلیل یقابل القیاس الجلی الذی یسبق إلیه الأفهام، وهو حجة عندنا؛ لأن ثبوته بالدلائل التی هی حجة إجماعا؛ لأنه إما بالأثر کالسلم والإجارة وبقاء الصوم فی النسیان وإما بالإجماع کالاستصناع وإما بالضرورة کطهارة الحیاض والآبار، وإما بالقیاس الخفی إلی آخر ما ذکر فی أصول الفقه، وکذا فی کثیر من کتب الأصول فظهر بهذا أن طهارة الآبار بالنزح إنما ثبتت بالقیاس الخفی الذی ثبت بالضرورة(البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج۱،ص۱۱۸ ،کتاب الطهارة)

بعض اقسام کو قبول نہیں کرتے، لیکن حنفیہ اس کو قبول کرتے ہیں، جس کی تفصیل اصولِ فقہ میں مذکور ہے۔ [1]

''استحسان'' اپنی دلیل اور عمومی مفہوم کی نوعیت کے اعتبار سے چار قسم کا کہلاتا ہے۔

پہلی قسم کو ''استحسانِ اثر'' یا ''استحسانِ سنة'' کہا جاتا ہے، جس میں معروف قاعدہ کے مقتضیٰ کے خلاف کوئی سنت واقع ہو جاتی ہے، جیسا کہ ''بیع سلم'' کا مسئلہ کہ وہ بنیادی طور پر ایسی چیز کی بیع ہے، جو انسان کے پاس موجود نہیں، لیکن اس کو سنت کی وجہ سے استحساناً جائز قرار دیا گیا ہے۔

اور دوسری قسم کو ''استحسانِ اجماع'' کہا جاتا ہے، جس میں معروف قاعدہ کے مقتضیٰ کے خلاف، اجماع منعقد ہو جاتا ہے، جیسا کہ ''عقدِ استصناع'' کا مسئلہ کہ وہ بنیادی طور پر معدوم کی بیع ہے، لیکن اس کو اجماع کی وجہ سے استحساناً جائز قرار دیا گیا ہے۔

اور تیسری قسم کو ''استحسانِ ضرورة'' کہا جاتا ہے، جس میں کوئی مجتہد ضرورت کی وجہ سے ظاہری قاعدہ کے مقتضیٰ کے خلاف کرتا ہے، خواہ وہ ضرورت ''جلبِ مصلحت'' کی نوعیت کی ہو، یا ''دفعِ مفسدة'' کی نوعیت کی ہو، جیسا کہ کنوؤں اور حوضوں کی پاکی کا مسئلہ کہ قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ یہ اس وقت تک پاک نہ ہوں، جب تک ان پر پانی بہا کر جاری نہ کیا جائے، لیکن ضرورت اور حرج کی وجہ سے ان پر پانی بہائے اور جاری کیے بغیر ان کو

---

[1] حجية الاستحسان عند الأصوليين:

اختلف الأصوليون فى قبول الاستحسان، فقبله الحنفية، ورده الشافعية وجمهور الأصوليين.

أما المالكية فقد نسب إمام الحرمين القول به إلى مالك، وقال بعضهم :الذى يظهر من مذهب مالك القول بالاستحسان لا على ما سبق، بل حاصله :استعمال مصلحة جزئية فى مقابلة قياس كلى، فهو يقدم الاستدلال المرسل على القياس.

وأما الحنابلة فقد حكى عنهم القول به أيضا.

والتحقيق أن الخلاف لفظى؛ لأن الاستحسان إن كان هو القول بما يستحسنه الإنسان ويشتهيه من غير دليل فهو باطل، ولا يقول به أحد، وإن كان هو العدول عن دليل إلى دليل أقوى منه، فهذا مما لا ينكره أحد (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣،ص ٢١٨،مادة ''استحسان'')

استحساناً پاک قرار دیا گیا۔

اور چوتھی قسم کو ''استحسانِ قیاسی'' کہا جاتا ہے، جس میں ظاہری قیاس کے مقابلہ میں خفیہ قیاس اور دلیل کو ترجیح دی جاتی ہے، اس کی فقہائے کرام نے کئی مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ ؎

اس سے معلوم ہوا کہ ہر جگہ ''استحسان'' کی دلیل کا ضرورت پر مبنی ہونا ضروری نہیں، بلکہ یہ ''استحسان'' کی ایک خاص قسم اور صورت میں ہوتا ہے، لہٰذا امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول کی تضعیف میں جو ''استحسان'' کے غالبُ الوقوع اور لازم وضروری نہ ہونے کی

؎ أقسام الاستحسان:

ينقسم الاستحسان بحسب تنوع الدليل الذى يثبت به إلى أربعة أنواع:

أولا -استحسان الأثر أو السنة :وهو أن يرد فى السنة النبوية حكم لمسألة ما مخالف للقاعدة المعروفة فى الشرع فى أمثالها؛ لحكمة يراعيها الشارع، كبيع السلم، جوزته السنة نظرا للحاجة، على خلاف الأصل فى بيع ما ليس عند الإنسان وهو المنع.

ثانيا -استحسان الإجماع :وهو أن ينعقد الإجماع فى أمر على خلاف مقتضى القاعدة، كما فى صحة عقد الاستصناع، فهو فى الأصل أيضا بيع معدوم لا يجوز، وإنما جوز بالإجماع استحسانا للحاجة العامة إليه.

ثالثا -استحسان الضرورة:وهو أن يخالف المجتهد حكم القاعدة نظرا إلى ضرورة موجبة من جلب مصلحة أو دفع مفسدة، وذلك عندما يكون اطراد الحكم القياسى مؤديا إلى حرج فى بعض المسائل، كتطهير الآبار والحياض؛ لأن القياس إلا تطهر إلا بجريان الماء عليها، وفيه حرج شديد.

رابعا -الاستحسان القياسى :وهو أن يعدل عن حكم القياس الظاهر المتبادر إلى حكم مخالف بقياس آخر هو أدق وأخفى من القياس الأول، لكنه أقوى حجة وأسد نظرا .فهو على الحقيقة قياس سمى استحسانا أى قياسا مستحسنا للفرق بينهما .وذلك كالحكم على سؤر سباع الطير، فالقياس نجاسة سؤرها قياسا على نجاسة سؤر سباع البهائم كالأسد والنمر؛ لأن السؤر معتبر باللحم، ولحمها نجس.

والاستحسان طهارة سؤرها قياسا على طهارة سؤر الآدمى، فإن ما يتصل بالماء من كل منهما طاهر. وإنما رجح القياس الثانى لضعف المؤثر فى الحكم فى القياس الأول، وهو مخالطة اللعاب النجس للماء فى سؤر سباع البهائم، فإنه منتف فى سباع الطير إذ تشرب بمنقارها، وهو عظم طاهر جاف لا لعاب فيه، فانتفت علة النجاسة فكان سؤرها طاهرا كسؤر الآدمى، لكنه مكروه؛ لأنها لا تحترز عن الميتة فكانت كالدجاجة المخلاة.

ولبيان أقسام الاستحسان الأخرى من حيث قوته وترجيحه على القياس وبقية مباحثه ينظر الملحق الأصولى(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج٣،ص ٢١٩،مادة ''استحسان'')

بات کہی گئی ہے، وہ اولاً تو اس صورت میں ہے، جبکہ ان کی طرف سے ''استحسانِ ضرورۃ'' کی بنیاد پر یہ بات کہی گئی ہو، اور اگر اس کو دوسری قسم مثلاً ''استحسانِ قیاسی'' وغیرہ کی صورت میں داخل مانا جائے، تو پھر اس طرح کی ضرورت کی بحث میں پڑنے کی حاجت نہیں۔ [1]

---

[1] ثم الاستحسان:
أ .قد يكون نصا.
ب .وقد يكون ضرورة.
ج .وقد يكون إجماعا.
د .وقد يكون قياسا خفيا.

أما النص :فنحو قول أبى حنفية رضى الله عنه فيمن أكل ناسيا لصومه :لولا قول الناس لقلت يقضى .أى القياس الظاهر يوجب القضاء إلا أنى استحسنت تركه بنص خاص ورد فيه بخلاف قياس سائر النصوص الثابتة، والمعقول الضرورى فى حصول الصوم مع عدم الإمساك عن الأكل وأنه عبارة عن تركه، وهذا لأن النص فوق الرأى فاستحسن تركه به وإن ظهر.

وأما الإجماع :فنحو جواز الاستصناع فيما ظهر تعامل الأمة به من غير نكير والقياس أن لا يجوز لأنه بيع عين بعمله، وهو معدود عينا للحال حقيقة، ومعدوم وصفا فى الذمة والقياس الظاهر أن لا يجوز بيع الشىء إلا بعد تعينه حقيقة، أو ثبوته فى الذمة كالسلم.

فأما مع العدم من كل وجه فلا يتصور عقد وليس ثم معقود عليه لكنهم استحسنوا تركه بالإجماع الظاهر بتعامل الأمة من غير نكير لأن الإجماع دليل فوق الرأى، وقصروا الأمر عليه لأنه معدول به عن القياس.

وأما الضرورة :فنحو الحكم بطهارة البئر بعد تنجسها.

والقياس يأبى ذلک لأن الدلو ينجس بملاقاة الماء فلا يزال يعود وهو نجس إلا أن الشرع حكم بالتطهر للضرورة لأنه لا يمكننا غسلها بماء طاهر إلا من طريق نزح الماء النجس وخروج الماء الطاهر، فاستحسنوا ترک العمل بموجب القياس بعذر العجز فإن الله تعالى جعله عذرا فى سقوط العمل بكل خطاب.

وكذلک جوزوا الإجارة وهو بيع منافع غير موجودة لأنها لا تبقى زمانين فلا يمكن بناء البيع فيها على الوجود فبنوا على كون العين بحيث يوجد منه منفعته ليكون بناء على الوجود الذى هو الأصل للجواز بقدر الإمكان، وأسقطوا ما وراء ذلک بعذر العجز.

وأما القياس الخفى :فنحو البائعان يختلفان فى الثمن والسلعة غير مقبوضة .القياس الظاهر أن يكون القول قول المشترى مع يمينه لأنهما اتفقا على حق المشترى وهو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر پھر بھی کوئی اس بات کو تسلیم نہ کرے، تو اس کے جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کی طرف سے تھوڑے اور کم وقت کو اس لیے معاف کیا گیا ہے کہ ضرورت وحاجت کے لیے نکلنے والے کے لیے آہستہ چلنے یا پیشاب پاخانہ آہستہ کرنے کو معاف کیا گیا ہے، جس سے تھوڑے وقت کا معاف ہونا ثابت ہوا، اور یہ ضرورت تقریباً لازم اور کثیر و غالبُ الوقوع ہے۔

اب ''للاکثر حکم الکل'' کے قاعدہ اور روزہ میں، نیت کی نظیر کو بروئے کار لاتے ہوئے اگر دن اور رات کے اکثر واقل حصہ پر مدار رکھ دیا جائے، تو اس میں مضائقہ نہیں، اور فقہائے کرام نے اگرچہ بعض مسائل میں قلیل وکثیر کا فرق نہیں کیا، جیسا کہ تھوڑے یا زیادہ پیشاب، پاخانہ یا ریح کے خروج سے وضو ٹوٹنے اور زیادہ اور تھوڑا کھانے پینے سے روزہ ٹوٹنے میں فرق نہیں کیا گیا، لیکن بعض فقہائے کرام نے تھوڑے اور زیادہ میں فرق بھی کیا ہے، چنانچہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المبيع واختلفا فى حق البائع فالبائع يدعى زيادة ثمن والمشترى ينكرها فيكون القول قول المشترى مع يمينه، والبينة على المدعى بناء على السنة الثابتة.

والقياس الخفى يوجب التحالف لأن المشترى يدعى على البائع، وجوب تسليم السلعة بتسليم الثمن الذى يدعيه والبائع ينكر الوجوب عليه بذلك القدر حتى يوفيه ما يدعيه فهذا إنكار باطن لا يعرف إلا بضرب تأمل.

والأول يعرف ببديهة الحال فاستحسنوا العمل بالإنكارين جميعا لأن لا تعارض بينهما لاختلاف محلى اليمين حتى قاس أبو حنيفة رضى الله عنه على هذا الفصل كل عقد اختلف فيه فى بدله والمعقود عليه غير مسلم، والتسليم فيه لا يجب إلا بعد تسليم البدل من النكاح والإجارة والكتابة، وقاس الكتابة على البائعين يختلفان فى الثمن ورثتهما إذا اختلفوا إذا كان قبل القبض.

ولو كان الاستحسان بخلاف القياس بالنص لما قاس عليه غيره كما لو كان الاختلاف فى الثمن بعد قبض السلعة، وهى قائمة فإن اليمين على البائع بالنص بخلاف القياس لأنه لا إنكار منه لشىء من المبيع ولا لليد ولا يمين قياسا إلا على المنكر، وإنما يحلف بالنص بخلاف القياس فلم يثبت التحالف بين الورثة إذا اختلفوا بعد القبض، ولا بعد هلاك السلعة لأن النص ورد فى حال القيام، والله أعلم(تقويم الأدلة فى أصول الفقه،لأبى زيد عبد الله بن عمر الدّبوسىّ الحنفى،ص ٤٠٦،باب القول فى الاستحسان ما هو لغة؟ وحكمه؟)

نماز کے فاسد ہونے نہ ہونے میں عملِ کثیر وقلیل کے درمیان فرق کیا گیا ہے۔ [1]
اور بعض فقہاء نے نماز کے فاسد ہونے نہ ہونے کے سلسلہ میں قلیل وکثیر کلام میں فرق کیا ہے۔ [2]
بعض نے حدث لاحق ہونے کے لیے تھوڑے اور زیادہ خون نکلنے یا تھوڑی اور زیادہ قے میں فرق کیا ہے۔ [3]

---

[1] ومنها العمل الكثير الذى ليس من أعمال الصلاة فى الصلاة من غير ضرورة فأما القليل فغير مفسد، واختلف فى الحد الفاصل بين القليل والكثير (بدائع الصنائع، ج ١ ص ٢٤١، كتاب الصلاة، فصل بيان حكم الاستخلاف)

[2] الثالث ـ فعل شىء سهوا، يبطل عمده فقط: كتطويل الركن القصير فى الأصح، بأن يطيل الاعتدال أو الجلوس بين السجدتين .ومثله الكلام القليل سهوا، بدليل أن النبى صلى الله عليه وسلم سلم من اثنتين وكلم ذا اليدين، وأتم صلاه، وسجد سجدتين .
وأما ما يبطل عمده وسهوه ككلام كثير وأكل، فيبطل الصلاة ولا يسجد له فى الأصح(الفقه الاسلامى وادلتهٔ للزحيلى، ج٢ص ١١١٥، الباب الثانى، الفصل التاسع، المبحث الاول، المطلب الاول)

[3] ذهب المالكية والشافعية إلى أن الوضوء لا ينتقض بخروج شىء من غير السبيلين كدم الفصد، والحجامة، والقىء ، والرعاف، سواء قل ذلك أو كثر؛ لما روى أنس رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم احتجم فصلى ولم يتوضأ ولم يزد على غسل محاجمه.وبهذا قال عمر، وابن عباس وابن أبى أوفى، وجابر وأبو هريرة، وعائشة وسعيد بن المسيب وسالم بن عبد الله بن عمر، والقاسم بن محمد، وطاوس، وعطاء ، ومكحول وربيعة، وأبو ثور .قال البغوى :وهو قول أكثر الصحابة.
ويرى الحنابلة أن الرعاف لا ينقض الوضوء إلا إذا كان فاحشا كثيرا.أما كون الكثير ينقض الوضوء، فلقوله عليه الصلاة والسلام فى حديث عائشة لفاطمة بنت أبى حبيش عن دم الاستحاضة : إنما ذلك عرق، وليست بالحيضة، فإذا أقبلت الحيضة فدعى الصلاة، وفى رواية :توضئى لكل صلاة.
ولأنه نجاسة خارجة من البدن أشبهت الخارج من السبيل .وأما كون القليل لا ينقض فلمفهوم قول ابن عباس فى الدم إذا كان فاحشا فعليه الإعادة .قال أحمد :عدة من الصحابة تكلموا فيه، وابن عمر عصر بثرة فخرج الدم فصلى ولم يتوضأ، وابن أبى أوفى عصر دملا، وذكر أحمد غيرهما، ولم يعرف لهم مخالف من الصحابة فكان إجماعا.
ويرى الحنفية القائلون بنقض الوضوء بسيلان الدم عن موضعه أن الرعاف ينقض الوضوء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢ص ٢٦٢ الىٰ ٢٦٤، مادة " رعاف ")

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس سے معلوم ہوا کہ زیادہ اور تھوڑے وقت کے نکلنے کو اعتکاف کے فاسد ہونے نہ ہونے میں مؤثر سمجھنا بھی فقہی اعتبار سے اور فقہی نظائر کی روشنی میں بے بنیاد نہیں ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اختلف الفقهاء فى انتقاض الوضوء بخروج الصديد من الجرح، فعند المالكية والشافعية :لا ينتقض الوضوء بخروج الصديد من الجرح؛ لأن النجاسة التى تنقض الوضوء عندهم هى :ما خرجت من السبيلين فقط، أما ما يخرج من غير ذلك فلا ينقض الوضوء(الموسوعة الفقهية الكويتية ، ج٢٦ ص٣٤٤ ، مادة " صديد ")

وذهب المالكية والشافعية إلى أن الحجامة والفصد ومص العلق لا يوجب واحد منها الوضوء .قال الزرقانى :لا ينتقض الوضوء بحجامة من حاجم ومحتجم وفصد .وفى الأم "لا وضوء فى قىء ولا رعاف ولا حجامة ولا شىء خرج من الجسد وأخرج منه غير الفروج الثلاثة القبل والدبر والذكر " وذهب الحنابلة إلى أن ما خرج من الدم موجب للوضوء إذا كان فاحشا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٧، ص١٥ ، مادة "حجامة")

ذهب المالكية والشافعية إلى عدم انتقاض الوضوء بالفصد، لما روى من أن رجلين من أصحاب النبى حرسا المسلمين فى غزوة ذات الرقاع، فقام أحدهما يصلى فرماه رجل من الكفار بسهم فنزعه وصلى ودمه يجرى، وعلم به صلى الله عليه وسلم ولم ينكره قال الرملى :وأما صلاته مع الدم فلقلة ما أصابه منه .ويرى الحنفية أن الفصد ناقض للوضوء .

ويقول الحنابلة :إن خروج الكثير من الدم ينقض الوضوء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٢، ص١٤٧ ، مادة "فصد")

أثر القىء فى الوضوء :

اختلف الفقهاء فى نقض الوضوء بالقىء :فذهب المالكية والشافعية إلى أنه لا ينقضه .

وعند الحنفية أن القىء ينقض الوضوء متى كان ملء الفم، سواء كان قىء طعام أو ماء وإن لم يتغير.

وحد ملئه :أن لا ينطبق عليه الفم إلا بتكلف (أى مشقة) على الأصح من التفاسير فيه، وقيل حد ملئه :أن يمنع الكلام، وذلك لتنجسه بما فى قعر المعدة وهو مذهب العشرة المبشرين بالجنة ؛ ولأن النبى صلى الله عليه وسلم "قاء فتوضأ ؛ ولأن خروج النجاسة مؤثر فى زوال الطهارة.

فإذا لم يملأ الفم لا ينقض الوضوء ؛ لأنه من أعلى المعدة، وكذا لا ينقضه قىء بلغم ولو كان كثيرا لعدم تخلل النجاسة فيه وهو طاهر .

وإن قاء قليلا قليلا متفرقا ولو جمع تقديرا كان ملء الفم، فأبو يوسف اعتبر اتحاد المجلس؛ لأنه جامع للمتفرقات، ومحمد اعتبر اتحاد السبب وهو الغثيان؛ لأنه دليل على اتحاده، وهو الأصح، وعلى هذا ينقض القىء المتفرق الوضوء إن كان قدر ملء الفم.

وعند زفر ينقض قليله كثيره وهما فى ذلك سواء ؛ لأنه لما كان الخارج من غير السبيلين.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یہی وجہ ہے کہ بعض صحابہ وتابعین سے معتکف کو عیادتِ مریض اور جنازہ میں شرکت کے لیے خروج کا جائز ہونا ثابت ہے، یہ بھی عموماً تھوڑے وقت کے لیے ہوتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حدثا بما دل عليه من الدليل وجب أن يستوى فيه القليل والكثير كالخارج من السبيلين، ولقوله : القلس حدث.

ولو قاء دما وهو علق يعتبر فيه ملء الفم؛ لأنه سوداء محترقة، وإن كان مائعا فكذلك عند محمد اعتبارا بسائر أنواعه، وعندهما :إن سال بقوة نفسه ينقض الوضوء وإن كان قليلا؛ لأن المعدة ليست بمحل الدم،فيكون من قرحة فى الجوف.

وعند الحنابلة :أنه ينقض الوضوء إن فحش فى نفس كل أحد بحسبه؛ لأن اعتبار حال الإنسان بما يستفحشه غيره حرج فيكون منفيا لما رواه معدان بن طلحة عن أبى الدرداء رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم قاء فتوضأ فلقيت ثوبان فى مسجد دمشق فذكرت له ذلك فقال :صدق أنا صببت له وضوءه ، ولا ينقض اليسير لقول ابن عباس فى الدم :إذا كان فاحشا فعليه الإعادة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۴، ص ۸۸، مادة "قيء")

[1] وفيه دليل على أنه يخرج من المسجد للغائط والبول ، ولا يفسد به اعتكافه ، وهو إجماع. ولو خرج لأكل أو شرب ، فسد اعتكافه. واختلف أهل العلم فيما سوى ذلك ، فقال قوم :له الخروج للجمعة ،وعيادة المريض ، وشهود الجنازة ، روى ذلك عن على بن أبى طالب وهوقول سعيد بن جبير والحسن ، والنخعى.وذهب أكثرهم إلى أنه لا يجوز له الخروج لعيادة ، ولا لصلاة جنازة ،فإن خرج ، فسد اعتكافه إن كان واجبا إلا أن يخرج لقضاء حاجة ، فسأل عن المريض مارا ، أو أكل ، فلا يبطل اعتكافه(شرح السنة للبغوى، ص۳۹۸، تا ص ۴۰۰، باب خروج المعتكف لحاجة الانسان)

ثنا شريك،عن أبى إسحاق،عن الحارث،أو عاصم،عن على،قال :المعتكف يعود المريض ويشهد الجنازة ويأتى الجمعة ويأتى أهله ولا يجالسهم(سنن الدارقطنى، رقم الحديث ۲۳۵۹)

حدثنا أبو الأحوص ، عن أبى إسحاق ، عن عاصم بن ضمرة ، عن على ، قال :إذا اعتكف الرجل فليشهد الجمعة ، وليعد المريض ، وليحضر الجنازة ، وليأت أهله ، وليأمرهم بالحاجة وهو قائمٌ(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۹۷۲۴)

عن سفيان ، عن سعيد بن جبير ، قال :يشهد الجمعة ، ويعود المريض ، ويحضر الجنازة ، قال مرة : ويجيب الإمام(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۹۷۳۳)

عن الشيبانى ، عن سعيد بن جبير ، قال :يشهد الجمعة ، ويعود المريض ، ويشهد الجنازة ، ويخرج إلى الحاجة ، ويجيب الإمام ، وذلك أن عمرو بن حريث أرسل إليه وهو معتكف فلم يأته ، فأرسل إليه فأتاه(ايضاً، رقم الحديث ۹۷۲۷)

حدثنا ابن فضيل ، عن مطرف ، عن الشعبى ، قال :يخرج إلى الغائط ، ويعود المريض ، ويأتى الجمعة ، ويقوم على الباب(ايضاً، رقم الحديث ۹۷۲۹)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے علاوہ علامہ ابنِ عابدین شامی نے ''شرح عقود رسمُ المفتی'' میں ''قواعد الترجیح'' کی بحث کے ضمن میں چند مسائل کے علاوہ، عام مسائل میں ''استحسان'' کے ''قیاس'' پر راجح ہونے کا حکم بیان کرتے ہوئے ''التلویح'' کے حوالہ سے فخر الاسلام کی طرف سے راجح ہونے کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ ان کے نزدیک مذکورہ تفصیل کے مطابق راجح پر عمل کرنا اولیٰ ہے، یہاں تک کہ مرجوح پر عمل کرنا بھی جائز ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ ''قیاس'' و ''استحسان'' میں سے جہاں کسی ایک کو راجح قرار دیا گیا ہو، وہاں بعض حضرات کے نزدیک مرجوح پہلو پر عمل صرف خلافِ اولیٰ ہے، ناجائز نہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حدثنا يزيد بن هارون ، عن هشام ، عن الحسن ، قال :يأتي الجمعة(ايضاً، رقم الحديث ٩٧٣٠)
عن يزيد ، عن الحسن ، قال:يأتي الغائط ، ويتبع الجنازة ، ويعود المريض(ايضاً، رقم الحديث ٩٧٣٢)
عن يحيى ، عن أبي سلمة ، قال :المعتكف يعود المريض ، ويشهد الجمعة ، ويقوم مع الرجل في الطريق يسائله(ايضاً، رقم الحديث ٩٧٣١)

[1] الرابعة: ما فى عامة الكتب من انه اذا كان فى مسئلة قياس واستحسان، ترجح الاستحسان على القياس، الا فى مسائل ، وهى احدى عشرة مسئلة، على ما فى اجناس الناطفى،وذكرها العلامة ابن نجيم فى شرحه على المنار ، ثم ذكر ان نجم الدين النسفى اوصلها الى اثنتين وعشرين، وذكر قبله عن التلويح ان الصحيح أن معنى الرجحان هنا تعين العمل بالراجح وترك العمل بالمرجوح، وظاهر كلام فخر الإسلام أنه الأولوية حتى يجوز العمل بالمرجوح (شرح عقود رسم المفتى، ص ٥٢، ترجيح الاستحسان على القياس، مطبوعة: مكتبةُ البشرىٰ، كراتشى، الباكستان)

(وذكروا له) أى للقياس الخفى(قسمين :الأول ما قوى أثره) أى تأثيره(والثانى ما ظهر صحته وخفى فساده) أى إذا نظرنا إليه باداء النظر نرى صحته ثم إذا تأملنا حق التأمل علمنا أنه فاسد(التوضيح مع شرحه التلويح، ج٢ص ١٦٣)

(قوله: وذكروا له) قسمين الصحة تقارب الأثر والضعف يقارب الفساد وبهذا الاعتبار يتحقق تقابل القسمين فى كل من الاستحسان والقياس والمراد بظهور الصحة فى الاستحسان ظهورها بالنسبة إلى فساد الخفى وهو لا ينافى خفائها بالنسبة إلى ما يقابله من القياس والمراد بخفاء الصحة فى القياس الجلى خفاؤها بأن ينضم إلى وجه القياس معنى دقيق يورثه قوة ورجحانا على وجه الاستحسان ثم الصحيح أن معنى الرجحان هاهنا تعين العمل بالراجح وترك العمل بالمرجوح، وظاهر كلام فخر الإسلام – رحمه الله تعالى – أنه الأولوية حتى يجوز العمل بالمرجوح(شرح التلويح على التوضيح، ج٢ص ١٦٤، القسم الاول، الركن الرابع القياس، فصل القياس جلى وخفى)

اس قول کے مطابق بھی مذکورہ صورت میں امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول پر عمل کر لینے کی گنجائش ہونی چاہیے، بالخصوص جبکہ ضرورت اور دفعِ حرج کے وقت میں اس پر عمل کیا جائے۔

صاحبین کا اجتہادی مقام ومرتبہ

یہ بھی ملحوظ رہے کہ بعض حضرات نے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کو مجتہد فی المذہب کے درجہ میں رکھ کران کو اصولوں میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد ہونے کا دعویٰ کیا ہے، لیکن محققین کے نزدیک امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا شمار مجتہدینِ مطلق کے درجہ میں ہوتا ہے، ہمارے نزدیک بھی یہی راجح ہے، جس کی تفصیل ہم نے مجتہدین کی اقسام سے متعلق دوسری تالیف میں بیان کردی ہے۔ [1]

---

[1] وليعلم أن هذه القسمة مسبعة كانت أو مخمسة وإن كانت صحيحة، لكن فى اندراج الفقهاء المذكورين الذين أدرجهم أصحاب التقسيمات بحسب زعمهم فى قسم (دون)قسم تحت ذلک القسم نظرا من وجوه:

منها :إنهم أدرجوا أبا يوسف ومحمد فى طبقة مجتهدى المذهب، الذين لا يخالفون إمامه فى الأصول، وليس كذلک، فإن مخالفتهما لإمامهما فى الأصول غير قليلة، حتى قال الإمام الغزالى فى كتابه المنخول:إنهما خالفا أبا حنيفة فى ثلثى مذهبه .انتهى.

وقال شمس الأئمة محمد بن عبد الستار الكردرى فى رد المنخول:إن الإمام أبا حنيفة قد علم أنهما بلغا رتبة الاجتهاد، وإن وظيفة المجتهد العمل باجتهاده دون اجتهاد غيره، فأمر بترک العمل بقوله إذ لم يظهر دليله، وقال :لا يحل لأحد أن يأخذ بقولى ما لم يعلم من أين قلته، ونهى عن التقليد وندب إلى معرفة الدليل.

فلم يظهر لهما دليل قول أبى حنيفة فى بعض المسائل، وظهرت لهما الإمارة على خلاف قوله، فتركوا قوله بأمره عملا برأيهما بأمره .انتهى.

فالحق أنهما مجتهدان مستقلان، نالا برتبة الاجتهاد المطلق، إلا أنهما لحسن تعظيمها لأستاذهما، وفرط إجلالهما لإمامهما أصلا أصله، وسلكا نحوه، وتوجها إلى نقل مذهبه، وتأييده وانتصاره، وانتسبوا إليه.

فمن ثم عدهما المحدث الدهلوى فى الإنصاف ، وغيره، وعبد الوهاب الشعرانى فى الميزان من المجتهدين المنتسبين (مقدمة عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية،صفحة ٨، الناشر:مكتبة حقانية، ملتان، الباكستان)

Idara Ghufran

لہٰذا امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا اعتکاف کے سلسلہ میں مذکورہ قول مستقل حیثیت رکھتا ہے، جو اُن سے باسند و معتبر طریقہ پر ثابت ہے، اور اگر کوئی شخص اس مسئلہ میں اُن کی تقلید کرنا چاہے، تو وہ قابلِ ملامت نہیں ہے، بالخصوص جبکہ وہ کسی ضرورت میں اس پر عمل کر رہا ہو، یا کسی ضرورت مند کو اس قول کے مطابق فتویٰ دے رہا ہو۔ [1]

صاحبین کے قول کا نتیجہ

پیچھے جو تفصیل ذکر کی گئی، اس کے پیشِ نظر امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک معتکف کے مسجد سے ضرورتاً یا بلاضرورت خارج ہونے کے مسئلہ کا مدار اکثر یا کم حصہ پر ہے، جس کے لیے دن کے اکثر حصہ میں روزہ کی نیت کے معتبر ہونے کو نظیر میں پیش کیا گیا ہے،

---

[1] المجتهدون الآخرون أيضاً بذلوا جهدهم مثل بذل الأئمة الأربعة وإنكار هذا مكابرة وسوء أدب، بل الحق أنه انما منع من تقليد غيرهم لأنه لم تبق رواية مذهبهم محفوظة حتى لو وجد رواية صحيحة من مجتهد آخر يجوز العمل بها ألا ترى أن المتأخرين أفتوا بتحليف الشهود اقامة له موقع التزكية على مذهب ابن أبى ليلى(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، الجزء الثانى، صفحة ۴۳۹، خاتمة : الاجتهاد بذل الطاقة من الفقهية)

ان ابن نجيم رحمه الله تعالىٰ انما اعتمد فى هذا القول على "التحرير" لابن الهمام، ولكن ابن الهمام رحمه االله تعالىٰ لم يقل ان القضاء بغير المذاهب الاربعة غير نافذ، وانما قال انه لايجوز اليوم تقليد غير الائمة الاربعة بصفة عامة ، لأن مذاهب سواهم غير مدونة. وهذا لايستلزم أن يكون قول غيرهم لايعتبر فى كون المسئلة اجتهادية. وعبارة ابن الهمام فى آخر كتابه"التحرير" هكذا: "نقل الإمام فى البرهان إجماع المحققين على منع العوام من تقليد أعيان الصحابة، بل من بعدهم الذين سبروا ووضعوا ودونوا،و على هذا ما ذكر بعض المتأخرين منع تقليد غير الأربعة لانضباط مذاهبهم ،وتقييد مسائلهم ،وتخصيص عمومها،ولم يدر مثله فى غيرهم الآن لانقراض أتباعهم وهو صحيح" وقال ابنِ امير حاج تحته "وحاصل هذا أنه امتنع تقليد غير هؤلاء لتعذر نقل حقيقة مذهبهم، وعدم ثبوته حق الثبوت، لا لأنه لايقلد (اصول الافتاء لتقى العثمانى، ص ۲۳۲،القضاء بغير المذاهب الاربعة، الناشر: مكتبة معارف القرآن كراتشى، باكستان، الطبعة: شعبان المعظم ۱۴۳۲ هـ، جولائى ۲۰۱۱ء)

وهذه المسائل كلها تدل على أن نفاذ القضاء ليس خاصا بالمذاهب الاربعة، بل ينفذ اذا وافق احد المجتهدين المعتبرين، بشرط أن كان قولهم ثبت بطريق موثوق (اصول الافتاء لتقى العثمانى، ص ۲۳۴،القضاء بغير المذاهب الاربعة، الناشر: مكتبة معارف القرآن كراتشى، باكستان، الطبعة: شعبان المعظم ۱۴۳۲ هـ، جولائى ۲۰۱۱ء)

اور حنفیہ کے نزدیک واجب اعتکاف کی مدت کم از کم ایک دن ہے، جس میں روزہ ادا کیا جاسکے، اور شرعاً دن کا آغاز طلوعِ فجر پر ہوجاتا ہے، اور اس کا اختتام سورج غروب ہونے پر ہوتا ہے، اس لیے طلوعِ فجر سے لے کر سورج غروب ہونے تک کا جو وقت ہے، اس پورے وقت کو دو حصوں میں تقسیم کر کے دیکھا جائے گا، اور اس کے نصف حصہ سے ایک منٹ زیادہ بھی وقت جہاں گزارا جائے گا، اسی کا اعتبار کیا جائے گا۔ [1]

چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ "ردُّالمحتار" میں روزہ کی دن میں نیت کے مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(تَنۡبِيۡهٌ) قَدۡ عَلِمۡتَ أَنَّ النَّهَارَ الشَّرۡعِيَّ مِنۡ طُلُوۡعِ الۡفَجۡرِ إلَى الۡغُرُوۡبِ وَاعۡلَمۡ أَنَّ كُلَّ قُطۡرٍ نِصۡفُ نَهَارِهٖ قَبۡلَ زَوَالِهٖ بِنِصۡفِ حِصَّةِ فَجۡرِهٖ فَمَتٰى كَانَ الۡبَاقِي لِلزَّوَالِ أَكۡثَرَ مِنۡ هَذَا النِّصۡفِ صَحَّ وَإِلَّا فَلَا تَصِحُّ النِّيَّةُ فِيۡ مِصۡرَ وَالشَّامِ قَبۡلَ الزَّوَالِ بِخَمۡسَ عَشۡرَةَ دَرَجَةً لِوُجُوۡدِ النِّيَّةِ فِيۡ أَكۡثَرِ النَّهَارِ ؛ لِأَنَّ نِصۡفَ حِصَّةِ الۡفَجۡرِ لَا تَزِيۡدُ عَلٰى ثَلَاثَ عَشۡرَةَ دَرَجَةً فِيۡ مِصۡرَ وَأَرۡبَعَ عَشۡرَةَ وَنِصۡفٍ فِي الشَّامِ فَإِذَا كَانَ الۡبَاقِيَ إِلَى الزَّوَالِ أَكۡثَرَ مِنۡ نِصۡفِ هٰذِهِ الۡحِصَّةِ وَلَوۡ بِنِصۡفِ دَرَجَةٍ صَحَّ الصَّوۡمُ (رد المحتار، ج ۲ ص ۳۷۷، کتاب الصوم ،سبب صوم رمضان)

ترجمہ: تنبیہ: آپ یہ بات جان چکے ہیں کہ نہارِ شرعی، طلوعِ فجر (صادق، نہ کہ کاذب) سے غروب تک ہوتا ہے۔

---

[1] (قوله :إلى الضحوة الكبرى) المراد بها نصف النهار الشرعى والنهار الشرعى من استطارة الضوء فى أفق المشرق إلى غروب الشمس والغاية غير داخلة فى المغيا كما أشار إليه المصنف بقوله لا عندها .اهـ ح وعدل عن تعبير القدورى والمجمع وغيرهما بالزوال لضعفه؛ لأن الزوال نصف النهار من طلوع الشمس ووقت الصوم من طلوع الفجر كما فى البحر عن المبسوط قال فى الهداية وفى الجامع الصغير قبل نصف النهار وهو الأصح؛ لأنه لا بد من وجود النية فى أكثر النهار ونصفه من وقت طلوع الفجر إلى وقت الضحوة الكبرى لا وقت الزوال فتشترط النية قبلها لتتحقق فى الأكثر (رد المحتار، ج ۲ ص ۳۷۷، كتاب الصوم ،سبب صوم رمضان)

اور یہ بات جان لینی چاہئے کہ ہر قطر کا نصفِ نہار اس کے زوال سے پہلے اس کی فجر کے نصف حصے کے بقدر ہوتا ہے، پس جب زوال میں اس نصفِ فجر سے زیادہ باقی ہو، تو روزے کی نیت صحیح ہے، ورنہ صحیح نہیں۔

پس مصر اور شام میں روزے کی نیت کرنا صحیح ہے، زوال سے 15 درجے پہلے (جس کی کل مقدار ایک گھنٹہ بنتی ہے، اس لیے کہ یہاں ایک درجہ سے چار منٹ مراد ہیں) کیونکہ اس صورت میں اکثرِ نہار میں روزے کی نیت پائی جائے گی، کیونکہ فجر کا نصف حصہ مصر میں 13 درجے (یعنی 52 منٹ) سے اور شام میں ساڑھے 14 درجے (یعنی 58 منٹ) سے زیادہ نہیں ہوتا۔

پس جب زوال میں فجر کے اس مذکور نصف حصے سے زیادہ باقی ہو۔

اگرچہ وہ نصف درجہ (یعنی 2 منٹ) ہی زیادہ کیوں نہ ہو، تو اس میں نیت کرنے سے روزہ درست ہو جائے گا (ردُّ المحتار)

اور شرعی دن کے مقابلہ میں شرعی رات کا آغاز سورج غروب ہونے سے ہوتا ہے، اور اس کا اختتام طلوعِ فجر پر ہوتا ہے، لہٰذا دن کے مقابلہ میں رات کے مسئلہ میں سورج غروب ہونے سے لے کر طلوعِ فجر تک کا جو وقت ہے، اس پورے وقت کو دو حصوں میں تقسیم کر کے دیکھا جائے گا، اور اس کے نصف حصہ سے ایک منٹ زیادہ وقت بھی جہاں گزارا جائے گا، اسی کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور چونکہ مذکورہ مسئلہ میں اصل مدار اقل یا اکثر وقت کا ہے، نہ کہ کسی مخصوص وقت کا، اس لیے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک دن کے پورے وقت کے مجموعہ اور رات کے پورے وقت کے مجموعہ کا اعتبار کیا جائے گا، وہ وقت خواہ دن کے پہلے حصہ کا ہو یا درمیانے حصہ کا، یا آخری حصہ کا، یا رات کے ابتدائی حصہ کا ہو، یا درمیانی حصہ کا، یا آخری حصہ کا، اور اس مقدار کو جمع کیا جائے گا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح ایک وقت میں مسجد سے نکلنے

کے پورے وقت کا حساب ہوگا، اسی طرح اگر کوئی شخص ایک دن، یا ایک رات میں تھوڑی تھوڑی دیر کے لیے ایک سے زیادہ مرتبہ نکلے، تو اس دن کے پورے وقت کو اور اس رات کے پورے وقت کو جمع کیا جائے گا، لیکن ایک دن، یا ایک رات کے وقت کو دوسرے دن، یا دوسری رات میں، یا ایک رات کے وقت کو اس دن کے وقت میں جمع نہیں کیا جائے گا۔

پس اگر طلوعِ فجر سے لے کر سورج غروب ہونے تک کے وقت کا دورانیہ مثلاً پورے سولہ گھنٹوں پر مشتمل ہے، تو اگر دن کے وقت آٹھ گھنٹوں سے زیادہ کا وقت مسجد میں گزرا اور کم وقت مسجد سے باہر گزرا، تو مذکورہ فقہائے کرام کے نزدیک اعتکاف فاسد نہیں ہوگا، اور اس کے برعکس گزرا، تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

اسی طرح اگر سورج غروب ہونے سے لے کر طلوعِ فجر کے وقت کا دورانیہ مثلاً آٹھ گھنٹوں پر مشتمل ہے، تو چار گھنٹوں سے زیادہ مسجد میں گزارنے کی صورت میں اعتکاف فاسد نہیں ہوگا، اور چار گھنٹوں سے کم مسجد میں گزارنے کی صورت میں اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

اور ہمارے نزدیک عام حالات میں تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق ہی عمل کرنا اور فتویٰ دینا مناسب ہے، جیسا کہ عام طور پر ایسا ہی ہے، تاہم اگر ضرورت کے وقت کوئی شخص امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول پر عمل کرے، جیسا کہ سوال میں بھی بعض مجبوری اور ضرورت کی صورتیں ذکر کی گئی ہیں، تو ہمیں مذکورہ تفصیل کے مطابق اس کی بھی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

ملحوظہ نمبر 1

ملحوظ رہے کہ اگر کسی نے رمضان کے آخری عشرہ کا مسنون اعتکاف شروع کرتے وقت ہی یہ نیت کر لی کہ وہ اعتکاف کے دوران مثلاً آدھے دن یا آدھی رات سے کم وقت کے لیے فلاں کام کی غرض سے نکلا کرے گا، تو امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک تو اس کا نہ تو

مسنون اعتکاف فاسد ہوگا، اور نہ ہی اس کو اس اعتکاف کی قضاء کا حکم ہوگا، جیسا کہ گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا۔

جہاں تک دیگر فقہائے کرام کے نزدیک مذکورہ صورت کا تعلق ہے، تو ان کے نزدیک راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کی نیت کے ساتھ مسنون اعتکاف شروع کرنے سے وہ اعتکاف ابتداء سے ہی سنت کے بجائے نفل واقع ہوگا، اور معتکف کو اپنی اس نیت پر عمل کرنے سے نہ تو وہ اعتکاف فاسد ہوگا، اور نہ ہی اس کی قضاء کا حکم ہوگا، جس کی تفصیل ہم نے اپنے دوسرے رسالہ ''اعتکاف میں شرط لگانے اور استثناء کرنے کی تحقیق'' میں ذکر کردی ہے۔

ملحوظہ نمبر 2

یہ بھی ملحوظ رہے کہ اگر مسنون اعتکاف شروع کرکے اس کو پورا کرنے سے پہلے درمیان میں فاسد کردیا جائے، تو امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے نزدیک اس کی قضاء لازم نہیں ہوتی، اور جتنے دن، یا جتنے وقت کا اعتکاف کیا، اس کا نفلی درجے میں ثواب حاصل ہوجاتا ہے۔[1]

---

[1] اور اس کی اصل اور بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک مسنون اعتکاف کے لئے روزہ شرط نہیں، اور ان کے نزدیک حج وعمرہ کے علاوہ کسی بھی تطوع عمل کو شروع کرنے کے بعد فاسد کردینے سے قضا لازم نہیں۔

فصل إذا فعل فی الاعتکاف ما یبطله من خروج أو مباشرة أو مقام فی البیت بعد زوال العذر نظرت فان کان ذلک فی تطوع لم یبطل ما مضی من اعتکافه لان ذلک القدر لو أفرده بالاعتکاف واقتصر علیه اجزأه ولا یجب علیه اتمامه لانه لا یجب المضی فی فاسده ولا یکره بالشروع کالصوم وإن کان فی اعتکاف منذور نظرت فان لم یشرط فیه التتابع لم یبطل مامضی من اعتکافه لما ذکرناه فی التطوع ویلزمه أن یتمم لان الجمیع قد وجب علیه وقد فعل البعض فوجب الباقی وإن کان قد شرط فیه التتابع بطل التتابع ویجب علیه أن یستأنفه لیأتی به علی الصفة التی وجب علیها(المجموع شرح المهذب، ج٦،ص ٥٣٦، کتاب الاعتکاف)

فصل :وکل موضع فسد اعتکافه، فإن کان تطوعا، فلا قضاء علیه؛ لأن التطوع لا یلزم بالشروع فیهفی غیر الحج والعمرة .وإن کان نذرا نظرنا، فإن کان نذر أیاما متتابعة، فسد ما مضی من اعتکافه، واستأنف؛ لأن التتابع وصف فی الاعتکاف، وقد أمکنه الوفاء به، فلزمه، وإن کان نذر أیاما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مسنون اعتکاف فاسد ہوجانے کی بعض صورتوں میں قضاء لازم ہے، اور بعض صورتوں میں قضا لازم نہیں۔

جبکہ متعدد مشائخِ حنفیہ نے راجح اس کو قرار دیا ہے کہ مسنون اعتکاف شروع کرنے کے بعد اگر پورا کرنے سے پہلے اس کو فاسد یا ختم کر دیا جائے، تو اس کی قضاء واجب ہوتی ہے، جس کی تفصیل ہم نے اپنے دوسرے رسالہ ''مسنون اعتکاف فاسد ہوجانے کے بعد قضا کی تحقیق'' میں ذکر کردی ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

معينة، كالعشرة الأواخر من شهر رمضان، ففيه وجهان :أحدهما، يبطل ما مضى، ويستأنفه؛ لأنه نذر اعتكافا متتابعا، فبطل بالخروج منه، كما لو قيده بالتتابع بلفظ هو الثانى، لا يبطل؛ لأن ما مضى منه قد أدى العبادة فيه أداء صحيحا، فلم يبطل بتركها فى غيره، كما لو أفطر فى أثناء شهر رمضان، والتتابع هاهنا حصل ضرورة التعيين، والتعيين مصرح به، وإذا لم يكن بد من الإخلال بأحدهما ففيما حصل ضرورة أولى، ولأن وجوب التتابع من حيث الوقت، لا من حيث النذر، فالخروج فى بعضه لا يبطل ما مضى منه، كصوم رمضان إذا أفطر فيه، فعلى هذا يقضى ما أفسد فيه حسب .وعليه الكفارة على الوجهين جميعا؛ لأنه تارك لبعض ما نذره.وأصل الوجهين فى من نذر صوما معينا، فأفطر فى بعضه، فإن فيه روايتين، كالوجهين اللذين ذكرناهما .فصل :إذا نذر اعتكاف أيام متتابعة بصوم، فأفطر يوما، أفسد تتابعه، ووجب استئناف الاعتكاف، لإخلاله بالإتيان بما نذره على صفته(المغنى لابن قدامة، ج٣،ص ١٩٩، كتاب الاعتكاف)

قال :ولا قضاء عليه إلا أن يكون واجبا .ش :إذا أفسد الاعتكاف بالوطء ، نظرت فإن كان تطوعا لم يجب القضاء ، بناء على قاعدتنا من أن النوافل ما عدا الحج والعمرة لا تلزم بالشروع، وقد تقدم ذلك فى الصوم(شرح الزركشى،لشمس الدين محمد بن عبد الله الزركشى الحنبلى، ج٣ص ١٣، كتاب الاعتكاف)

Idara Ghufran

خلاصۂ کلام

شروع سے اب تک جو بحث ذکر کی گئی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

پیشاب و پاخانہ وغیرہ کے علاوہ ایسی ضروریات وحاجات کہ واجب یا مسنون اعتکاف کے دوران عام فقہائے کرام کے نزدیک جن کے لیے معتکف کو مسجد سے نکلنا جائز نہیں، اور ان کے لیے نکلنے سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے، اس سلسلہ میں امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک واجب اور مسنون اعتکاف اس وقت تک فاسد نہیں ہوتا، جب تک طلوعِ فجر سے لے کر سورج غروب ہونے تک کے وقت کے آدھے سے زیادہ کا وقت مسجد سے باہر نہ گزارے، اور اسی طرح سے سورج غروب ہونے سے لے کر طلوعِ فجر تک کے وقت کے آدھے سے زیادہ کا وقت مسجد سے باہر نہ گزارے۔

اور ضرورت ومجبوری کے وقت اگر کوئی اس قول کے مطابق عمل کرے، تو اس کا اعتکاف فاسد نہ ہونے کی گنجائش پائی جاتی ہے۔

چنانچہ اگر کوئی شخص رمضان کا مسنون اعتکاف کرنا چاہتا ہے، لیکن وہ اپنی معاشی یا خانگی ضرورت کے پیشِ نظر، یا اور کسی مخصوص حالت کے پیشِ نظر، روزانہ رات یا دن کے وقت کچھ دیر کے لیے مسجد سے باہر جانے پر مجبور ہے، تو امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول کے مطابق اس کو مسنون اعتکاف کے دوران اس ضرورت کے لیے نکلنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، اسی طرح دوسرے ضرورت مند اور مجبور لوگوں کے لیے بھی گنجائش معلوم ہوتی ہے، جن کا ذکر سوال میں کیا گیا ہے۔

البتہ ہمیں اس حکم کو ضرورت وحاجت مندوں کے ساتھ خاص رکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے، اور اس کو حکمِ عام قرار دینا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ۔

محمد رضوان خان 26 / رمضان المبارک / 1439ھ 11 / جون / 2018ء بروز پیر

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان